مشمولات

پیغام

قرآن مقدس پر عمل وقت کی اہم ضرورت

از: مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

اللہ رب العزت کی نازل کردہ عظیم ترین کتاب قرآن مقدس جو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ صرف حصول برکت یا طاق کی زینت بنانے کے لیے نہیں بلکہ عمل کے زیور سے آراستہ ہونے کے لیے ہے۔ قرآن عظیم پر ایمان رکھنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کے احکام وفرمودات پر عمل کیا جائے۔

آج ناکامی وپسماندگی کا رونا روتے روتے ہماری آنکھوں سے آنسو خشک ہوتے جارہے ہیں اور دانش وروں کے اجتماعات اور کامیابی کا منصوبہ بناتے بناتے ہماری زندگی کا بیشتر حصہ گزرتا جارہا ہے لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اللہ جل شانہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لے کر اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیوں کو سارے انسانوں پر غالب دیکھنا چاہتا ہے یہ غلبہ دامن قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھامے بغیر ممکن نہیں۔ اگر آپ ان نفوس قدسیہ کی زندگی کا جائزہ لیں جو روئے زمین پر کامیاب انسانوں میں اپنا بلند مقام رکھتے ہیں تو پتہ چلے گا کہ ان کی زندگی عملی طور پر قرآن مقدس کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، ان کی زندگی کے صبح وشام سے قرآن جھلکتا تھا، وہ قرآن پسند ہی نہیں بلکہ قرآن پابند بھی تھے۔ رسول رحمت تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آپ کے صحابہ کرام واولیاے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیاں قرآن پاک کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھیں۔

ذیل میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے دلوں میں عمل بالقرآن کا کیسا جذبہ بکھراں پیدا فرمادیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (النور ۲۲) اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمھاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی آپ نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور وہ آپ کے خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے۔ آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چوں کہ اُم المومنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی اس لیے آپ نے یہ قسم کھائی۔ جب مذکورہ بالا آیت کریمہ جوں نازل ہوئی اور آپ کے پردہ سماعت سے ٹکرائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے "بَلٰی وَاللّٰهِ یَارَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ تَغْفِرَ لَنَا" اے اللہ! مجھے تیری قسم، ہم تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تو ہمیں معاف کردے اور اب آپ نے پہلے سے زیادہ مسطح کی امداد کرنا اور دل داری کرنا شروع کردیا۔

قربان جایئے حضرت صدیق اکبر کے جذبۂ عمل بالقرآن پر کہ آپ نے کوئی گناہ نہ کیا تھا کہ کسی کی مدد کرنا نہ فرض ہے نہ واجب صرف ایک اخلاقی ذمے داری ہے۔ ارشاد الٰہی سنتے ہی سر تسلیم خم کردیتے ہیں اور مسطح کا تعاون پہلے سے زیادہ کرنے لگتے ہیں۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ عبادات سے متعلق چند آیتوں پر عمل کر کے ہم یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم سے بڑا قرآن مقدس پر عامل کوئی نہیں بلاشبہہ یہ جزوی عمل کسی حد تک فائدہ تو دے سکتا ہے لیکن مکمل کامیابی کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ کامیاب ترین مومن بننے کے لیے قرآن وسنت کا دامن مضبوطی سے تھامنا ضروری ہے۔ اگرچہ عمل بالقرآن ہمارے نفس پر گراں گزرے۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن وسنت کا عامل بنائے۔ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے رہنے کی توفیق بخشے۔

اداریہ

۱۸۵۷ء کا فتوائے جہاد اور علامہ فضل حق خیرآبادی کا قائدانہ کردار

از: محمد حسین مُشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں (ایم.اے، پی.ایچ.ڈی، یو جی سی-نیٹ)

معروف صحافی وشاعر شمیم طارق ممبئی کی کتاب ''غالب اور ہماری آزادی'' پر سہ ماہی اردو بک ریویو، دہلی (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء ص ۲۵) میں مولانا محمد شعیب کوٹی کا تبصرہ جب راقم نے پڑھا تھا تو ذہن وفکر میں حیرت واستعجاب کی بجلیاں کوندتی دکھائی دے رہی تھیں۔اب جب کہ ۲۰۱۱ء میں قائد انقلاب علامہ فضل حق خیرآبادی کے وصال کو ۱۵۰ ربرس مکمل ہو رہے ہیں اور کچھ سرگرم و دردمند علمائے اہل سنت بالخصوص رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دہلی کی تحریک و ایما پر اس سال کو قائد انقلاب کے نام معنون کیا گیا اور زور وشور سے ان کے نام وکام کو متعارف کرانے کا سلسلہ چلا تو ذہن میں آیا کہ ایک اداریہ قائد انقلاب پر تحریر کیا جائے تو وہی تین سالہ پرانا تبصرہ نگاہوں میں گھومنے لگا اور اسی جہت سے مطالعہ کا آغاز ہوا لیکن بروقت معروف محقق وشاعر ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی مالیگاؤں کا ایک تحقیقی مقالہ موصول ہوا اور میرے مطالعے کا مرکزی نکتہ موضوع بحث تھا اس لیے ڈاکٹر مشاہد رضوی کے شکریے کے ساتھ ان کے مقالے کو بطور اداریہ پیش کیا جا رہا ہے۔(توفیق احسنؔ)

دارالسلطنت دہلی زمانۂ قدیم سے ہی علم وفن اور شعر وادب کا گہوارہ رہا ہے۔مغلیہ حکومت کے اخیر دور میں انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل دہلی کی علمی و ادبی دنیا میں جن حضرات کا غلغلہ بپا تھا ان میں علامہ فضل حق خیرآبادی (م ۱۲۷۸ھ)، مفتی صدرالدین آزردہؔ (م ۱۲۸۵ھ)، مرزا اسداللہ خان غالب (م ۱۲۸۵ھ) اور حکیم مومن خان مومنؔ کا شمار صفِ اول کے ممتاز ترین شعرا و ادبا میں ہوتا ہے۔''غالبؔ نام آورم'' کے مصنف نادم سیتا پوری لکھتے ہیں :

''انقلاب سنہ ستاون سے پہلے دہلی کی ادبی فضا جن عناصرِ اربعہ سے ترتیب پارہی تھی وہ یہی چار ہستیاں تھیں۔مولانا خیرآبادی، مفتی صدرالدین آزردہ، مرزا غالبؔ اور حکیم مومنؔ۔'' (نادم سیتاپوری: غالب نام آورم، ص ۸۱)

علامہ فضل حق خیرآبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء) اور ان کے والدِ ماجد مولانا فضل امام خیرآبادی علیہم الرحمہ (وفات ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) دونوں اپنے عہد کے جید عالم اور مشاہیر میں شمار کیے جاتے تھے اور مرجع العلماء والادباء تھے۔دونوں کی شخصیت حکمت ودانش کے اعتبار سے یگانۂ روزگار تھی ان حضرات کو معقولات میں جو تبحّر حاصل تھا؛ اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ آرائی نہ ہوگا کہ وہ یونانی اور اسلامی دورِ عروج کے مفکرین اور حکما کی صف میں بلاشبہ شامل کیے جانے کے قابل ہیں۔سرسید احمد خان علامہ فضل حق خیرآبادی سے سیاسی ودینی لحاظ سے مختلف الخیال اور جداجدا عقیدہ رکھتے تھے بل کہ بعض معاملات میں شدید مخالفت بھی کی؛ لیکن ملاحظہ فرمائیے کہ سرسید کے ذہن وقلب پر علامہ فضل حق خیرآبادی کی حکمت ودانش کے اثرات کتنے گہرے تھے، سرسید لکھتے ہیں :

''جمیع علوم وفنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق وحکمت کی تو گویا انھیں کی فکرِ عالی نے بِنا ڈالی ہے بارہا دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو یگانۂ فن سمجھتے تھے جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوائے کمال کو فراموش کر کے نسبتِ شاگردی کو اپنا فخر سمجھا، بہ ایں کمالات علم وادب میں ایسا علمِ سرفرازی بلند کیا ہے کہ فصاحت کے واسطے ان کی شستۂ محض عروجِ معارج ہے اور بلاغت کے واسطے ان کی طبعِ رسا دست آویز بلندیِ معارج ہے۔سحبان کو ان کی فصاحت سے سرمایۂ خوش بیانی اور امراءالقیس کو ان کے افکارِ بلند سے دست گاہِ عروج ومعانی، الفاظ پاکیزہ ان کے رشکِ گوہرِ خوش آب اور معانی رنگین ان کے غیرتِ لعلِ ناب، سرو ان کی سطورِ عبارت کے آگے پابہ گِل، اور گُل ان کی عباراتِ رنگیں کے سامنے خجل، نرگس ان کے سواد سے نگاہ ملا دیتی۔مصحفِ گل کے پڑھنے سے عاجز نہ رہتی۔اور سوسن اگر ان کی عبارتِ فصیح سے زبان کو آشنا کرتی، صفتِ گویائی سے عاری نہ ہوتی۔'' (سرسید: آثار الصنادید، ص ۲۸۱)

اس تاریخی حقیقت سے ہر اہلِ فہم اور ذی علم واقف ہے کہ سرزمین ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کی تحریک کے قائدِ اعظم کی حیثیت علامہ فضل حق خیرآبادی کو ہی حاصل ہے، علامہ کی تصنیف ''الثورۃ الہندیہ'' اور ''قصائد فتنۃ الہند'' جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے نہایت قابلِ قدر ماخذ

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چوں کہ علامہ فضل حق خیرآبادی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کے اردو چربہ ''تقویۃ الایمان'' مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی کے ساتھ ساتھ دیگر عقائدِ وہابیہ کی تردید میں کلیدی کردار ادا کیا، بہ ایں سبب آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی بہت زیادہ کوششیں کی گئیں؛ چناں چہ تاریخی حقائق وشواہد پر پردہ ڈالنے اور جنگِ آزادی کے مسلمہ رہنماؤں کے خلاف فضا پیدا کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ علامہ فضل حق خیرآبادی نے نہیں دیا۔ اس ضمن میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی رام پوری اور مالک رام کو اوّلیت حاصل ہے جنھوں نے اپنا سارا ''زورِ تحقیق''، نامعلوم کن ''جذبات'' سے سرشار ہوکر اس بات پر صرف کرنے کی ''غیر ذمہ دارانہ'' کوشش کی کہ انگریزوں کے خلاف فتویٰ پر علامہ کے دستخط نہیں تھے۔ ان صاحبان کے مضامین ماہ نامہ ''تحریک'' دہلی میں اگست ۱۹۵۷ء اور جون ۱۹۶۰ء میں علی الترتیب شائع ہوئے۔ عرشی صاحب کے بارے میں تو معلوم ہے کہ وہ سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے افکار و نظریات کے پیرو تھے، بہ ایں سبب جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے فتوائے جہاد کے سلسلے میں آپ نے ''محققانہ فیصلہ'' صادر کرنے میں جانب داری کا ''بہترین مظاہرہ'' کیا، مالک رام کے بارے میں پتا نہیں؛ کہ وہ کن جذبات سے مغلوب ہوکر تاریخی حقائق کو جھٹلا رہے تھے؟ علاوہ ازیں پروفیسر محمد ایوب قادری (پاکستان) نے بھی اپنا ''اشہبِ تحقیق''، ان ہی دونوں شخصیات کے تتبع میں اسی میدان میں دوڑایا ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کا جنگِ آزادی میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ ویسے کہیں کہیں ان کے قلم سے سچائی بے ساختہ ٹپک پڑی ہے۔ واضح ہونا چاہیے کہ ایوب صاحب کے ساتھ جو ''قادری'' لگا ہے اس سے مغالطہ پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ بھی وہابی مسلک کے پیرو تھے اور موصوف پر ان کے بڑے بھائی ابومعاویہ نعمت اللہ قادری صاحب کا گہرا اثر تھا جو مسلک وہابیہ کے بہت بڑے مبلغ گذرے ہیں۔

سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے محض ان چند ہم نوا مورخین کو چھوڑ کر ان ہی کے ماننے والے بیش تر حضرات نے اس حقیقت کا کسی نہ کسی طور پر اعتراف کیا ہے کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں علامہ فضلِ حق خیرآبادی کے فتوائے جہاد نے ہی روح پھونکی اور تحریکِ آزادی نے زور پکڑا۔ ان میں جناب حسین احمد مدنی ٹانڈوی، غلام رسول مہرؔ، شکور احسنؔ، مفتی انتظام اللہ شہابیؔ، محمد اسماعیل پانی پتی، خلیل احمد نظامی وغیرہم نمایاں ہیں۔

علامہ فضل حق خیرآبادی سے مذہبی طور پر مخالفانہ ومعاندانہ رویہ رکھنے والے چند مورخین کو چھوڑ کر ہر کوئی اس بات پر متفق ہے کہ علامہ ہی کی ذات وہ پہلی متحرک شخصیت ہے جس نے انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کا فتویٰ عام فرمایا اور جس کے نتیجے میں سرزمین ہند کے مختلف بلاد وامصار میں انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت وشورش برپا ہوئی جسے ہم ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگِ آزادی کے نام سے جانتے ہیں۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کو اس زمانے میں گرفتار کر کے ان پر انگریزی حکومت سے بغاوت کرنے کی پاداش میں جزائرِ انڈومان سزائے کالا پانی کے طور پر بھیج دیا گیا۔ جہاں عالمِ اسیری میں ۱۲ر صفر المظفر ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء کو آپ نے دارِ بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

جیسا کہ اس امر کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے فتوائے جہاد سے متعلق علامہ فضل حق خیرآبادی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو پس پشت ڈالنے کی کوشش مولانا امتیاز علی خاں عرشی اور مالک رام نے شروع کی۔ واضح ہونا چاہیے کہ ان حضرات سے قبل کے جتنے بھی مورخین ہیں خواہ وہ علامہ کے عقائد ونظریات کے حامی ہوں یا مخالف سب نے اس حقیقت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے کہ فتوائے جہاد پر علامہ کے دستخط بھی ہیں اور یہ فتویٰ انہوں نے ہی مرتب کیا اور یہ کہ آپ نے جنگِ آزادی میں عملاً حصہ لیا اور مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہوئے سزائے کالا پانی کو قبول بھی کیا۔ اسی طرح یہ بھی ذہن نشین رہے کہ کتبِ تواریخ میں تین فتوے کا ذکر ملتا ہے ایک فتویٰ جس کا علامہ فضل حق نے خود اپنی کتاب ''الثورۃ الہندیہ'' میں ذکر کیا ہے، دوسرا جنرل بخت خاں کی تحریک پر خود علامہ نے مرتب کیا اور تیسرا جس کا ذکر سرسید احمد خاں نے ''اسبابِ بغاوتِ ہند'' میں کیا ہے جو کہ عدم وجوبِ جہاد پر مشتمل تھا۔

مولانا عرشی اور مالک رام کے مضامین کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی اسسٹنٹ لائبریرین، شعبۂ مخطوطات، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونی ورسٹی، علی گڈھ (ولادت جنوری ۱۹۱۵ء/ وفات ۱۹۸۴ء) نے ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان.....''مقدمۂ بغاوت اور اس کے متعلقات ''.....قلم بند فرما کر حقِ تحقیق ادا کر دیا جو کہ ''باغی ہندوستان'' (اردو ترجمہ الثورۃ الہندیہ از: علامہ فضل حق خیرآبادی) کے صفحہ ۲۴۷ سے ۲۸۱ تک پھیلا ہوا ہے۔ مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی کے مذکورہ مقالہ کی اشاعت کے بعد جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے فتوائے جہاد کے سلسلے میں علامہ کی مخالفت کرنے والوں کا ناطقہ بند ہو گیا تھا۔ ایک طویل عرصہ تک خاموشی کے بعد فی زمانہ جب کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کے وصال کو ۱۵۰ر برس مکمل ہونے والے ہیں معروف صحافی وشاعر شمیم طارق نے اپنی ایک کتاب ''غالبؔ اور ہماری تحریکِ آزادی'' میں جہاں علامہ فضل حق خیرآبادی کی علمی حیثیت کو تسلیم کیا وہیں

آپ کے فتوائے جہاد کو مسترد کرنے کی سعی نامشکور بھی کی ہے لیکن اس ضمن میں کوئی نئی تحقیق پیش نہ کرتے ہوئے؛ مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی کے ذریعہ محققانہ وانتقادانہ انداز میں رڈ کی جاچکی مولانا عرشی اور مالک رام ہی کی روایتوں کو بنیاد بنایا اور وہی نتیجہ نکالا ہے جسے عرشی صاحب اور مالک رام نے ماہ نامہ ''تحریک'' دہلی میں اگست ۱۹۵۷ء اور جون ۱۹۶۰ء میں علی الترتیب شائع شدہ اپنے مضامین میں کیا تھا کہ :

''☆ مولانا نے کبھی کوئی ایسا فتویٰ دیا ہی نہیں تھا جس میں مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کی ترغیب دی گئی ہو۔

☆ غلط فہمی کی بنیاد پر انگریزوں نے انہیں گرفتار کر کے جو مقدمہ چلایا اس کے دوران وہ بار بار یہی کہتے رہے کہ میں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا اور فتویٰ جہاد پر جن علما کے دستخط ہیں ان میں میرا نام نہیں ہے۔

☆ مولانا نے اپنی پیرانہ سالی، اولاد کی کم سنی اور عسیر الحالی کی دُہائی دے کر انگریزوں سے رحم کی پُر زور التجا بھی کی۔'' (شمیم طارق: غالب اور ہماری تحریکِ آزادی، ص ۳۲/۳۳)

شمیم طارق کی اس کتاب پر جانب دارانہ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے محمد شعیب کوٹی نے لکھا ہے کہ :

''مولانا فضل حق کے فتوائے جہاد کی بڑی تشہیر کی گئی ہے۔ ایک مسلک کے لوگ اس سلسلے میں بڑے جذباتی واقع ہوئے ہیں۔''

(اردو بک ری ویو، دہلی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء، ص ۲۵)

شمیم طارق صاحب کی اس ''تقلیدی تحقیق'' (وہ بھی جس کے تار و پود بکھیرے جاچکے ہیں) کے منظرِ عام پر آنے کے بعد ضروری ہوجاتا ہے کہ ایک بار پھر علامہ فضل حق خیرآبادی کے فتوائے جہاد کی بازگشت سنائی جائے۔ واضح ہونا چاہیے کہ صرف ایک مسلک ہی کے نہیں بل کہ بڑے بڑے اصحابِ تحقیق اور منصف مزاج مورخین نے علامہ فضل حق خیرآبادی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ شمیم طارق صاحب کی ''تحقیق'' کو جس ''مسلک'' کے لوگ فخر ومباہات سے لیے گھوم رہے ہیں خود اس کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب ''تحریکِ ریشمی رومال'' میں تو قضیہ ہی صاف کردیا ہے اور علامہ فضل حق جیسے جنگِ آزادی کے شیرِ حق کی شانِ استقلال پر قربان ہورہے ہیں اور اس مفروضے کی سختی سے نفی کررہے ہیں کہ علامہ فضل حق کے فتوائے جہاد سے متعلق صرف ایک مسلک کے لوگ ہی بڑے جذباتی واقع ہوئے ہیں۔ موصوف راقم ہیں :

''مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کو جو کہ تحریک کے بہت بڑے رکن تھے اور بریلی، علی گڑھ اور اس کے ملحقہ اضلاع کے دورانِ تحریک میں گورنر تھے، آخر ان کو گھر سے گرفتار کیا گیا۔ جس مخبر نے ان کو گرفتار کرایا تھا اس نے انکار کردیا کہ مجھے معلوم نہیں، فتویٰ جہاد پر جس نے دستخط کیے ہیں وہ یہ فضل حق ہیں یا کوئی اور ہیں؟ ....مولانا نے فرمایا: مخبر نے پہلے جو رپورٹ لکھوائی تھی وہ بالکل صحیح تھی کہ فتویٰ میرا ہے۔ اب میری شکل وصورت سے مرعوب ہوکر یہ جھوٹ بول رہا ہے۔

قربان جائیے علامہ کی شانِ استقلال پر؛ خدا کا شیر گرج کر کہہ رہا ہے کہ میرا اب بھی وہی فیصلہ ہے کہ انگریز غاصب ہے اور اس کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔

خدا کے بندے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ وہ جان کی پروا کیے بغیر سر بہ کف ہوکر میدان میں نکلتے ہیں اور لومڑی کی طرح ہیر پھیر کرکے جان نہیں بچاتے بل کہ شیروں کی طرح جان دینے کو فخر سمجھتے ہیں۔'' (حسین احمد مدنی: تحریکِ ریشمی رومال، مطبوعہ کلاسیک، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۶۴/۶۵)

علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار پر راجا غلام محمد (صدر ادارۂ ابطالِ باطل، لاہور) نے ''امتیازِ حق'' کے نام سے ایک بڑی خوب صورت اور تحقیقی کتاب تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے علامہ فضل حق پر جنگِ آزادی کے حوالے سے کیے جانے والے جملہ اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیے ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ تا ۵۰، پانچواں ایڈیشن المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء پر پھیلے ہوئے دو ابواب......''انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد'' ......اور......''جنگِ آزادی میں فضلِ حق کا عمومی کردار'' ......علامہ فضل حق کے فتوائے جہاد اور جنگِ آزادی میں آپ کی شرکت کی مخالفت کرنے والوں کے لیے انتہائی چشم کشا ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کے فتوائے جہاد سے متعلق حسین احمد ٹانڈوی کے علاوہ چند قدیم وجدید مورخین کے اقتباسات پیشِ خدمت ہیں خاطر نشین کریں۔ مشہور مورخ خورشید مصطفیٰ رضوی لکھتے ہیں :

''علما نے جس جس طرح بغاوت کو منظم کیا، اس کو مفصل بیان کرنے کے لیے تو ایک علاحدہ کتاب کی ضرورت ہے مگر ان کا کچھ تذکرہ ان صفحات

پر کیا جارہا ہے۔اس حقیقت سے بڑے بڑے مورخ بھی انکار کی جرات نہیں کر سکے ہیں کہ یہ علما عوام میں بے حد مقبول تھے۔ان کی تحریر وتقریر کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ چناں چہ دہلی میں جنرل بخت خاں کی تحریک پر مولانا فضل حق خیرآبادی اور دوسرے علماے دہلی نے جو جہاد کا فتویٰ دیا،اس کے بارے میں مولوی ذکاءاللہ نے بھی اپنی تاریخ میں اقرار کیا ہے کہ اس سے مذہبی جوش وخروش بہت بڑھ گیا۔''

(خورشید مصطفی رضوی،مورخ وادیب:جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء مکتبۂ برہان دہلی،۱۹۵۹ء،ص ۴۵۵)

غلام رسول مہر کی عبارت پڑھیں واضح ہو کہ موصوف وہابی تحریک کے قدآور ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں :

''مولانا (فضل حق) کے دہلی پہنچنے سے پیش تر بھی لوگوں نے جہاد کا پرچم بلند کر رکھا تھا۔مولانا پہنچے تو مسلمانوں کو جنگِ آزادی پر آمادہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب ہوا جس پر علماے دہلی کے دستخط لیے گئے۔میرا خیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورے سے تیار ہوا تھا اور انھوں نے علما کے نام تجویز کیے،جن پر دستخط لیے گئے۔'' (غلام رسول مہر:۱۸۵۷ء کے مجاہد،کتاب منزل،لاہور ۱۹۶۰ء،ص ۲۰۶)

پاکستان کے نامور شاعر ناصر کاظمی اور مشہور کالم نویس انتظار حسین کی ادارت میں شائع ہونے والے مجلّہ 'خیال' کے سن ستاون نمبر میں شکور احسن صاحب، مفتی صدرالدین آزردہ پر مضمون لکھتے ہوئے علامہ کے فتواے جہاد کا ذکر کرتے ہیں:

''جب برطانوی استعمار کے خلاف ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہوا تو بعض شاعروں،ادیبوں اور عالموں نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا اور انگریزی حکومت کا اقتدار بحال ہو جانے کے بعد ان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ گئے۔مولانا فضل حق کو جہاد کا فتویٰ صادر کرنے کے جرم میں انڈمان بھیجا گیا۔صہبائی کو پھانسی کے تختہ پر لٹکایا گیا۔شیفتہ کو قید وبند کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔'' (مجلّہ ''خیال'' لاہور،سن ستاون نمبر ص ۲۶۸)

مفتی صدرالدین آزردہ ہی کے بیان میں مفتی انتظام اللہ شہابی فتواے جہاد کی تیاری کی ساری ذمہ داری علامہ فضل حق پر ڈالتے ہیں :

''ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں رونما ہوا۔مولانا فضل حق الور سے دہلی آئے۔جنرل بخت خاں نے نقشۂ اقتدار جما رکھا تھا۔استفتا مولانا نے لکھا۔مفتی صاحب ودیگر علما نے فتویٰ دیا......مولانا فضل حق کو اقرارِ جرم پر انڈمان جانا پڑا۔'' (انتظام اللہ شہابی،مفتی:غدر کے چند علما،دینی بک ڈپو،دہلی،ص ۴۸)

رئیس احمد جعفری معروف مورخ وادیب اور دانش ور گذرے ہیں،جنھوں نے تمام عمر جنگِ آزادی کی مختلف تحریکات کی جزئیات کھنگالنے میں گذار دی۔موصوف اپنی ضخیم کتاب ''بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد'' میں لکھتے ہیں :

''مولانا فضل حق خیرآبادی علمی قابلیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ان کو فتواے جہاد کی پاداش اور جرمِ بغاوت میں انڈمان بھیج دیا گیا۔'' (رئیس احمد جعفری،مورخ:بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد،کتاب منزل،لاہور،۱۹۵۶ء،ص ۳۱۵)

پاکستان میں دیوبندی مکتبِ فکر کے آرگن ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے ایک مضمون کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں۔ یہ اقتباسات علامہ فضل حق خیرآبادی کے فتواے جہاد کے منکرین کے لیے لمحۂ فکر یہ سے کم نہیں اور ان لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو علامہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو محض ایک مخصوص مسلک کے لوگوں تک محدود کرنے کی سعیِ نامشکور کر رہے ہیں :

''بُرا ہو تاریخ کا۔اس نے اپنے حافظہ سے ایسی ایسی جاں باز،حق گو،بہادر اور جامع کمالات شخصیتوں کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا، جنھوں نے اپنے دور میں وقت کے تیز وتند طوفانوں سے بے خوف ٹکر لی اور پیٹھ نہیں دکھائی۔مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے ان جواں مرد اور نڈر مجاہدین میں سے تھے جن کی جرات وہمت اور حق گوئی وبے باکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا،مگر تاریخ کے صفحات میں ان کو شایانِ شان کیا،کوئی معمولی جگہ بھی نہیں مل سکی'' ....''مولانا فضل حق خیرآبادی نے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطانِ جائر کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عمرِ عزیز انڈومان میں حبسِ دوام کی نذر کر دی'' ....''علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دے کر مسلمانوں کو عدم تعاون پر آمادہ کیا'' ....''مولانا فضل حق خیرآبادی بھی ''باغی'' قرار دیے گئے۔سلطنتِ مغلیہ کی وفاداری،فتواے جہاد کی پاداش یا جرمِ بغاوت میں مولانا ماخوذ کر کے سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔'' (مضمون:''مولانا فضل حق خیرآبادی'' از: مستقیم احسن حامدی فاضل دارالعلوم دیوبند، ہفت روزہ خدام الدین،لاہور ۲۳ر نومبر ۱۹۶۲ء،ص ۹/۱۰)

(بقیہ۔۔ص ۲۱۔۔پر)

اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

از: ممتاز بانو

شادی کے بعد ہر جوڑے کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ جلد اس کی گود ہری ہو۔ دیر ہوتی ہے تو سوجتن کرتا ہے، روتا گڑگڑاتا ہے، دعائیں مانگتا ہے اور نہ جانے کیسا کیسا کرتا ہے، خدا خدا کر کے نخل آرزو بارآور ہوتی ہے، دل کی کلی کھلتی ہے، اللہ اس کی گود بھر دیتا ہے اور مسرت کا سامان کرتا ہے۔ بچہ بلا شبہ اپنے ساتھ بے شمار مسرتیں لاتا ہے اس کے ساتھ گھر میں برکت کا نزول ہوتا ہے، والدین کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مسرت نہیں ہوتی۔ ماں دن کا سکھ اور رات کا چین قربان کر کے بھی خوش رہتی ہے، صورت دیکھتے ہی باپ کی ساری الجھنیں کافور ہو جاتی ہے، سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی بچوں کی معصوم حرکتیں دیکھ کر بھی بے ساختہ مسکرا دیتا ہے، غرض ہر طرف مسرت و فرحت وانبساط کا ایک لہر دوڑتی ہے۔

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے اس لیے اولاد کا ہونا خوش بختی تصور کیا جاتا ہے، جنہیں یہ نعمت میسر آتی ہے وہ بہت خوش وخرم رہتے ہیں اور جن کے ہاں اولاد نہیں ہوتی وہ ہمیشہ اولاد کی محرومیت کے صدمے میں پڑے رہتے ہیں۔

مگر جب اولاد مل جاتی ہے گویا کہ دنیا کی ہر نعمت مل گئی ظاہر ہے ایسا بیش بہا تحفہ اور ایسی نعمت غیر مترقبہ پا کر کون بدنصیب مسرور نہ ہوگا۔ مگر مسرتوں کے ساتھ بچہ بے شمار ذمہ داریاں بھی لاتا ہے۔

(۱) خوش دلی سے اس کو پالنا پوسنا۔
(۲) شفقت ومحبت کا برتاؤ کرنا۔
(۳) ہمدردی ودلسوزی سے سکھانا پڑھانا۔
(۴) تدریج سے پسندیدہ عادات ڈلوانا۔
(۵) مختلف مواقع کے آداب بتانا۔
(۶) مہذب طور طریقے سکھانا۔
(۷) عقائد کو نکھارنا، اعمال کو سدھارنا اور اخلاق کو سنوارنا۔

یہ سب وہ اہم ذمے داریاں ہیں جو بچے کے ضمن میں والدین پر عائد ہوتی ہیں۔

انہی اولاد کے تعلق سے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (پارہ ۲۸ سورہ تحریم)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں یہی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ یعنی اپنی اولاد کی تربیت ایسی اخلاقی اور دینی بنیادوں پر کرو تاکہ برائیوں سے بچ جائیں اور نیکیوں کی طرف مائل ہو جائے۔ اس طرح وہ آخرت میں دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کر لے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تربیت عمدہ طریقے سے کرنا ماں وباپ کی ذمہ داریاں ہے، اور نیک اولاد والدین کی زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اولاد پر والدین کی خدمت کا فرض عائد کیا ہے، وہیں پر کچھ حقوق بھی والدین کے ذمے لگائے ہیں۔ تاکہ فطری تقاضے قائم رہیں اور کسی فریق کی حق تلفی نہ ہو، اولاد کی صالح خطوط پر پرورش کے ساتھ انہیں دینی تعلیم سے آراستہ کرنا بھی والدین کا فرض ہے، اس کے متعلق ارشاد نبوی یہ ہے کہ:

طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم ومسلمة.

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس کے متعلق ارشاد نبوی اور مزید ملاحظہ ہو:

حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد واپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھی تعلیم وتربیت سے زیادہ ایک باپ کا اپنی اولاد کے لیے کوئی عطیہ نہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ علم وہ دولت ہے کہ جس سے انسان کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ (ترمذی شریف)

باسنی، ناگور، راجستھان۔

لہٰذا والدین پر فرض ہے کہ خود بھی علم حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی دولت علم سے آراستہ کریں۔ والدہ کی گود بچے کی پہلی اور بہترین درسگاہ ہے، جہاں انسان کی سیرت سنورتی ہے، کیوں کہ بچے کا سب سے زیادہ رابطہ ماں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ماں سے اس کے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے۔

لہٰذا والدہ کو بچے کی ابتدائی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں علم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے تعلیم کی قدر و قیمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے ظاہر ہے کہ قیدیوں کا فدیہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قیدی پڑھے لکھے ہیں اور فدیہ دینے پر قادر نہیں ہیں وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں، تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا، ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ دنیاوی علم نہ سکھاؤ بلکہ سکھاؤ لیکن دنیاوی علوم پر ہی اکتفا نہ کرو بلکہ پہلے دینی علوم سے بچوں کو آراستہ وپیراستہ کرنا ضروری ہے اور انہیں گناہوں سے کوسوں دور رہنے کی تلقین کرو اور اعمال حسنہ کی ترغیب دلاؤ۔ تاکہ بچے کے ذہن میں بچپن سے ہی شریعت کی پیروی کا جذبہ پیدا ہو، دینی امور ومسائل، رہنے سہنے، کھانے پینے، بات چیت کے آداب، بڑوں کا ادب واحترام، حرام کاریوں سے اجتناب، نیکیوں کو اختیار کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

کیوں کہ بچے اور بچیوں کی تربیت دینی ماحول میں نہ ہوئی، آوارگی، بدکرداری، چوری، جوابازی، شراب نوشی، زناکاری کا عادی بن گیا تو یہ ایسے جرم وگناہ ہیں جو آدمی کو دوزخ میں لے جانے والے ہیں وہ تو دوزخ میں جائیں گے، لیکن والدین بھی ماخوذ ہوں گے کہ انہوں نے اچھی تربیت کیوں نہ کی، ان کے بگڑتے ہوئے کردار کو سنوارا کیوں نہیں؟ گناہوں میں پھنسے ہوئے دیکھ کر روکا کیوں نہیں؟ اگر بچپن میں غلطیوں پر تنبیہ کی جاتی تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

آج کل مسلم معاشرے کا برا ہے قوم مسلم کے ناعاقبت اندیش افراد اپنے بچوں کو کلمہ سکھانے کے بجائے گانا سکھاتے ہیں، نماز کی تعلیم دینے کے بجائے ناچنے اور ایکٹنگ کا طریقہ بتاتے ہیں، ان کے ناچنے اور گانے پر اتنا خوش ہوتے ہیں، جتنا کلمہ وسلام پر خوش نہیں ہوتے ہیں۔ لیجئے اس حکایت کو پڑھیے اور بچوں کی صحیح تربیت کے بارے میں غور کیجئے۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عالم صاحب لوگوں کو گھر میں جمع کر کے بیان سنایا کرتے تھے، اس عالم صاحب کا ایک لڑکا تھا ایک دن اس نے خوبصورت لڑکی کی طرف اشارہ کیا تو عالم صاحب نے دیکھ لیا اور کہا اے بیٹے! صبر کر، یہ کہتے کہتے ہی عالم صاحب اپنے تخت سے فوراً منہ کے بل گر پڑے، یہاں تک کہ ان کے بعض جوڑ بھی ٹوٹ گئے۔ اللہ عزوجل نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ فلاں عالم کو خبر کر دو کہ اس کی نسل سے کبھی صدیق پیدا نہیں کروں گا۔ میرے لیے صرف اتنا ہی ناراض ہونا تھا کہ وہ بیٹے کو کہہ دے، بیٹے صبر کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے بیٹے پر سختی کیوں نہیں کی اور اس کو اس بری حرکت سے اچھی طرح باز کیوں نہ رکھا، اپنی اولاد کی تربیت نہ کرنے پر ان کو گناہوں سے نہ بچانے کی صورت میں اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب نازل ہوا۔

قیامت کے دن مرد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا اس کی بیوی اور اولاد اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکایت کرتے ہوئے عرض کریں گے، اے ہمارے رب عزوجل! اس مرد کو ہمارے حق کے بارے میں مواخذہ کر۔ کیوں کہ اس نے ہمارے دین کی باتیں نہ سکھائیں اور حرام روزی کھلاتا تھا، اور ہم بے علم تھے۔

لہٰذا اس بدنصیب کو حرام روزی کمانے کے سبب پیٹا جائے گا اور فرشتے پہاڑ کے برابر مرد کی نیکیاں لائیں گے تو اولاد میں ایک شخص بڑھے گا اور کہے گا میرا وزن کم ہے اور اس کی نیکیوں میں سے لے گا۔ پھر دوسرا آئے گا وہ بھی اس کی نیکیوں سے اپنی کمی پوری کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گے۔ پھر اپنے گھر والوں کی طرف رخ کر کے کہے گا آہ! میری گردن پر اب وہ گناہ رہ گئے ہیں جو تمہارے لیے میں نے اٹھائے اور فرشتے کہیں گے، یہ وہ بدنصیب ہے، جس کے گھر والے اس کی تمام نیکیاں لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہو چکا ہے۔

لہٰذا خود بھی جہنم کی آگ سے بچیں اور اپنی اولاد کو بھی اس آگ سے بچائیں، اسی میں ہمارے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی ہے اور جو فرائض بچوں کے تعلق سے شریعت مطہرہ نے ہم پر عائد کیا ہے، اس کو پورا کریں گے، اگر ہم نے ان فرائض کو پورا نہ کیا تو میدان حشر میں افسوس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا۔

﴿.....﴾

جامع الصفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم

از: علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی

خوبی وشکل وشمائل وحرکات وسکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سیدنا آدم علیہ السلام

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام کا علم دیا، آپ کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اسما کے علاوہ مُسمّیات کا بھی علم دیا جیسا کہ حدیث طبرانی ومسندِ فردوس میں مذکور ہے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اور مومنین بھی سلام ودرود بھیجتے ہیں یہ شرف اتم واکمل ہے کیوں کہ سجدہ تو ایک دفعہ ہوکر منقطع ہوگیا اور درود وسلام ہمیشہ کے لیے جاری ہے اور اتم بھی ہے کیوں کہ سجدہ تو صرف فرشتوں سے ظہور میں آیا اور درود میں اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور مومنین شامل ہیں علاوہ ازیں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس لیے سجدہ کا حکم دیا تھا کہ نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔

سیدنا ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا۔

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آسمانوں کے اوپر مقام قاب قوسین تک اٹھایا۔

سیدنا نوح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے وجود کی برکت سے آپ کی اُمت عذابِ استیصال سے محفوظ رہی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (پارہ ۹ سورۃ الانفال، آیت ۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کشتیِ نوح کو بھی آپ ہی کے نور کی برکت سے غرق ہونے سے بچایا کیوں کہ اس وقت نور محمدی حضرت سام علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔ (زرقانی علی المواہب، ص ۵۴، ج ۳)

سیدنا ہود علیہ السلام

آپ کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ نے فرمایا کہ بادِ صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک کی گئی۔ (خصائص کبریٰ، صحیحین، ص: ۳۳۸)

سیدنا صالح علیہ السلام

آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے پتھر میں سے اونٹنی نکالی۔

☆ آپ فصاحت میں یگانۂ روزگار تھے۔

جامع کمالات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اونٹ نے آپ کی اطاعت کی اور آپ سے کلام کیا۔

فصاحت میں کوئی آپ کے درجہ کو نہیں پہنچا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آگ ٹھنڈی کردی۔

آپ کو مقام خُلّت عطا ہوا اسی واسطے آپ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔

آپ نے اپنی قوم کے بت خانے کے بت توڑے۔

آپ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ہی کے نور کی برکت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر آگ

ٹھنڈی ہوگئی۔آپ کی ولادت شریف پر فارس کی آگ جو ہزار (۱۰۰۰) برس سے نہ بجھی تھی گل ہوگئی۔شب معراج میں کرۂ نار سے آپ کا گزر ہوا اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔آپ کی اُمت میں بھی ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ آگ میں ڈالے گئے اور سلامت رہے۔ چناں چہ ابومسلم خولانی وذویب بن کلیب وغیرہ۔ (ورد نارا الخلیل مکتتما فی صلبه انت کیف یحترق) ۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ آگ میں پوشیدہ داخل ہوئے آپ ان کی پشت میں تھے کیسے جل سکتے تھے، طبرانی وغیرہ نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ مواہب زرقانی، خصائص کبریٰ، ص۹۷، ج۱۔ زرقانی علی المواہب، ص: ۱۹۳، ج۵۔ (تفصیل فقیر کے رسالہ ''مصدر السرور'' میں ہے)

آپ کو درجۂ خلت عطا ہوا اور اس سے بڑھ کر درجہ حبیب اللہ کا ہے۔

آپ نے خانۂ کعبہ کے گرداو پر جو تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت نصب تھے محض ایک لکڑی کے اشارے سے یکے بعد دیگرے گرادیئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور حجرِ اسود کو اس جگہ پر رکھ دیا تا کہ آپ کی اُمت کے لوگ طواف وہاں سے شروع کریں۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

جب آپ کو والد بزرگوار ذبح کرنے لگے تو آپ نے صبر کیا۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی نظیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہے جو وقوع میں آیا حالاں کہ ذبح اسماعیل وقوع میں نہ آیا بلکہ ان کی جگہ دنبہ ذبح کیا گیا۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام

آپ کو جب برادرانِ یوسف نے خبر دی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو آپ علیہ السلام نے بھیڑیئے کو بلا کر پوچھا تو بھیڑیا بولا میں نے یوسف کو نہیں کھایا۔(روح البیان، پ۱۲، خصائص کبریٰ، ص: ۱۸۲، ج۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں مبتلا ہوئے اور صبر کیا یہاں تک کہ غم کے مارے آپ کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور قریب تھا کہ مضمحل یا ہلاک ہوجاتے۔

جامع کمالات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ سے بھی بھیڑیئے نے کلام کیا۔آپ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دائمی مفارقت میں مبتلا ہوئے مگر آپ نے صبر کیا حالاں کہ اس وقت اور کوئی صاحبزادہ آپ کا نہ تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا فرمایا۔آپ خوابوں کی تعبیر کرتے تھے مگر قرآن مجید میں صرف تین خوابوں کی تعبیر وارد ہے۔ آپ اپنے والدین اور وطن کے فراق میں مبتلا ہوئے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کو ایسا حسن عطا ہوا کہ کسی کو نہیں ہوا، حضرت یوسف علیہ السلام کو تو نصف حسن ملا تھا مگر آپ کو تمام ملا۔

آپ سے تعبیر رُویا کی کثیر مثالیں احادیث میں مذکور ہیں۔ آپ نے اہل اور رشتہ داروں اور دوستوں اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کی۔

سیدنا ایوب علیہ السلام

آپ صابر تھے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صبر میں آپ کے احوال حصر (شمار) سے خارج ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا عطا ہوا۔آپ نے عصا مار کر پتھر سے پانی جاری کردیا۔آپ کو عصا عطا ہوا جو اژدہا بن جاتا تھا۔ آپ نے کوہ طور پر اپنے رب تعالیٰ سے کلام فرمایا۔آپ نے عصا سے بحیرۂ قُلزم کو دوپارہ کردیا۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کی پشت مبارک پر مہرِ نبوت تھی علاوہ ازیں آپ سراپا نور تھے اگر آپ نے نقابِ بشریت نہ اوڑھا ہوتا تو کوئی جمال کی تاب نہ لاتا۔آپ نے انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری فرمایا اور یہ اس سے بڑھ کر ہے کیوں کہ پتھر سے پانی نکلنا متعارف ہے مگر خون وگوشت میں متعارف نہیں۔ستونِ حنّانہ جو کھجور کا ایک خشک تنا تھا آپ کے فراق میں رویا اور اس سے بچے کی سی آواز نکلی جو ماں کے فراق میں رو رہا ہو۔آپ نے عرش پر مقام قاب قوسین میں اپنے رب تعالیٰ سے

کلام کیا اور دیدارِ الٰہی سے بھی بہرہ ور ہوئے اور حالتِ تمکین میں رہے۔ آپ نے انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ معجزہ کلیم تو زمین پر تھا اور یہ آسمان پر، وہاں عصا کا سہارا تھا اور یہاں صرف انگلی کا اشارہ تھا۔

حضرت یوشع علیہ السلام

آپ کے لیے آفتاب ٹھہرایا گیا۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جبارین سے بات کی۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کے لیے بھی آفتاب غروب ہونے سے روکا گیا۔ آپ نے بدر کے دن جبارین سے جہاد کیا اور ان پر فتح پائی، آپ وفات شریف تک جہاد کرتے رہے اور جہاد قیامت تک آپ کی امت میں جاری رہے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام

آپ کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھتے تھے۔ پرندے آپ کے لیے مسخر کر دیے گئے۔ آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ آپ نہایت خوش آواز تھے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کے ہاتھ مبارک میں سنگ ریزوں نے تسبیح پڑھی بلکہ آپ نے دوسروں کے ہاتھ میں بھی کنکروں سے تسبیح پڑھوادی، اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ کے طعام میں تسبیح کی آواز آیا کرتی تھی کیوں کہ پہاڑ تو خشوع وخضوع سے متصف ہے مگر طعام سے تسبیح معہود نہیں۔ پرندوں کے علاوہ حیوانات اونٹ، بھیڑیئے، شیر وغیرہ آپ کے لیے مسخر اور مطیع کر دیے گئے۔ آپ کے لیے شب معراج میں صخرۂ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا تھا پس آپ نے اس سے براق باندھا۔ (دلائل حافظ ابونعیم اصفہانی)

آپ بھی نہایت خوش آواز تھے، چنانچہ ترمذی شریف میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نقل کیا ہے:

"و کان نبیکم احسنھم وجھًا واحسنھم صوتاً".

سیدنا سلیمان علیہ السلام

آپ کو ملکِ عظیم عطا ہوا۔ آپ کے تخت کو جہاں آپ چاہتے ہوا اُڑا لے جاتی، صبح سے زوال تک ایک مہینہ کی مسافت اور زوال سے شام تک ایک مہینہ کی مسافت طے کرتے تھے۔ جن بقہر وغلبہ آپ کے مطیع تھے اور آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملک لیں یا عبودیت، آپ نے عبودیت کو پسند فرمایا بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے خزائن الارض کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائیں اور آپ کو اختیار دیا ہے۔ آپ کو شب معراج میں براق عطا ہوا جو ہوا بلکہ بجلی سے بھی تیز رفتار تھا۔ جن بہ رضا ورغبت آپ پر ایمان لائے، آپ اونٹ، بھیڑیئے وغیرہ حیوانات کا کلام سمجھتے تھے، آپ سے پتھر نے کلام کیا جسے آپ نے سمجھ لیا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

آپ مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔

آپ نے مٹی سے پرندہ بنایا۔ آپ نے گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا، آپ بڑے زاہد تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ نے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کیا اور جب خیبر فتح ہوا تو وہاں ایک یہودیہ عورت نے آپ کو زہر آلود بکری کا گوشت بطور ہدیہ بھیجا، آپ نے بکری کا بازو لیا اور اس میں سے کچھ کھایا، وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے یہ مردے کو زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے کیوں کہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ ہونا ہے حالاں کہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا مردہ ہی تھا۔ غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی آپ نے ان کو ایک خشک لکڑی دے دی جب انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے کر ہلائی تو وہ سفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی۔ آپ نے ولادت شریف کے بعد کلام کیا۔ آپ کا زہد سب سے زیادہ تھا۔

نمونے کے طور پر چند انبیا ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات عرض کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے فقیر کی تصنیف ''تنہاداری'' کا مطالعہ کیجیے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائیے۔

﴿......﴾

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

عورت سے ریڈیو کی خبر سننا کیسا ہے؟

الجواب: ریڈیو پر عورت خبر پڑھ کر سنائے تو اسے سننا جائز ہے کیوں کہ یہ خبر معتدل آواز میں سیدھے سادے انداز میں پڑھی جاتی ہے اور فتنہ کا تو کوئی اندیشہ نہیں کہ یہ اندیشہ ہمکلامی، عورت کی خوش الحانی، ترنم ریزی اور خاص طور پر رفع صورت اور دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور یہاں یہ سارے محرکات مفقود ہیں، عورت کی آواز مطلقاً عورت نہیں بلکہ درج بالا مفاسد ومحرکات میں سے کسی کے پائے جانے کی صورت میں اسے عورت قرار دیا گیا ہے۔ درمختار، رد المختار اور ہدایہ وفتاویٰ رضویہ وغیرہا سے یہی عیاں ہوتا ہے جیسا کہ ذیل کے اقتباسات شاہد ہیں: درمختار ودالمختار میں ہے:

(وصوتُها) ليس بعورة (على الراجح) عبارة البحر عن الحلية أنه الاشبه وفي النهر وهو الذى ينبغى اعتماده ومقابله مافى النوازل نغمة المرأة عورة تعلمها القرآن من المرأة أحب قال عليه الصلاة والسلام التسبيح للرجال والتصفيق للنساء فلا يحسن أن يسمعها الرجال اه وفى الكافى ولا تلبى جهرًا لان صوتها عورة ومشى عليه فى المحيط فى باب الاذان بحر قال فى الفتح وعلى هذا لوقيل اذا جهرت بالقراءة فى الصلاة فسدت كان متجها ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لاعلام الامام بسهوه الى التصفيق اه

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان درمختار کے قول "وصوتها على الراجح" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

صححه فى الهداية وشرح جامع الصغير لقاضى خان واختاره فى المحيط بحر. (جد الممتار ۱/۲۱۳)

تصحیح نقل پر اکتفا اس بات کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی یہی معتمد ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم کے درج ذیل فتاویٰ بھی اس کے شاہد ہیں۔

(س): چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے۔ یوں ہی محرم کے مہینے میں کتابِ شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

(ج): ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محل فتنہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۹۲۰ ص ۱۲۲)

اجتماعی طور پر میلاد شریف پڑھنا فی الواقع عورتوں کا باہم راگ سے راگ ملا کر ترنم کے ساتھ پڑھنا ہے۔ نیز یہاں آواز گھر سے باہر پہنچنے کا ذکر بھی ہے اس لیے دو وجوہ سے یہ ترنم ریزی ناجائز ہوئی۔

(س): کتنے شخص ایسے ہیں جن سے عورتوں کو گفتگو کرنا اور ان کو اپنی آواز سنانا جائز ہے؟

(ج): تمام محارم سے اور حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو، تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی۔ (فتاویٰ رضویہ ۹۲۰ ص ۱۶۱)

(ج): عورت کا خوش الحانی سے بآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔ نوازل امام فقیہ ابواللیث میں ہے "نغمة المرأة عورة" کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے "لاتلبى جهرًا لان صوتها عورة" امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ علی مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر ردالمختار علامہ شامی میں ہے "لانجيز لهن رفع اصواتهن ولا تمطيطها ولا تلبينها وتقطيعها لما فى ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوة منهم ومن هذا لم يجز ان تؤذن المرأة۔ (فتاویٰ رضویہ ۹۲۰ ص ۱۴۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

رفع یدین نہ کرنے پر کوئی حدیث ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ نماز میں رکوع وسجود میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں کیا

کوئی حدیث صحیح ہے؟ اگر ہے تو حوالہ کے ساتھ اسے ارقام فرمائیں۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حنفیہ کے پاس کوئی حدیث صحیح عدم رفع پر نہیں۔

المستفتی: مولانا عابد علی، امام قادری مسجد ذاکر نگر نئی دہلی۔

الجواب: وہابی غیر مقلدین سب حدیثوں کو نہیں مانتے اس لیے جو جو حدیث ان کی طبیعت کے خلاف ہوتی ہے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے ان کی بات نہ سنیں۔

حق یہ ہے کہ مذہب حنفی کی بنیاد کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ پر ہے اور خاص رفع یدین نہ کرنے کے باب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث صحیح موجود ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے: **عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها اذناب خيل شمس، اسكنوا في الصلوٰة.**

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے تو فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم لوگ رفع یدین کررہے ہو جیسے وہ ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہوں، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔ (صحیح مسلم شریف جلد ا۔ ص ۱۸۱)

یہ حدیث سنن ابوداؤد جلد ا ص ۱۰۔ اور سنن نسائی ص ۱۷۲۔ اور شرح معانی الآثار ج ا۔ ص ۱۵۸۔ اور مسند امام احمد بن حنبل ج ۵۔ ص ۹۳ میں بھی بسند جید منقول ہے۔

نیز مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

عن علقمة قال، قال ابن مسعود: الا اصلي لكم صلوٰة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال: فصلي، فلم يرفع يديه الا مرةً۔

حضرت علقمہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ ایک بار (تکبیر تحریمہ) کے سوا نہیں اٹھایا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ا۔ ص ۳۸۸ و ۴۴۲)

معجم کبیر طبرانی میں ہے:

عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: لاترفع الايدي الا في سبع مواطن. حين يفتتح الصلاة وحين يدخل المسجد الحرام فينظر الى البيت وحين يقوم على الصفا وحين يقوم على المروة وحين يقف الناس عشية عرفة وبجمع والمقامين حين يرمي الجمرة.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سات جگہوں کے سوا کہیں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ (۱) جس وقت نماز شروع کرے۔ (۲) جب مسجد حرام میں داخل ہو اور بیت اللہ پر نظر پڑے۔ (۳) جب صفا پہاڑ پر کھڑا ہو۔ (۴) جب مروہ پہاڑی پر کھڑا ہو۔ (۵) وقوف عرفہ۔ (۶) وقوفِ مزدلفہ کے وقت۔ (۷) جس وقت جمرہ پر کنکری مارے۔ (معجم کبیر طبرانی، ج ۱۱۔ ص ۳۸۵)

ان احادیث نبویہ سے روز رشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین مسنون ہے اور اس کے سوا کسی اور جگہ رفع یدین نہیں ہے، یہی ائمۂ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔

ابتدائے اسلام میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں باہم کلام بھی کرتے تھے اور رفع یدین بھی۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں رفع یدین سے روک کر سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم صادر فرمایا "اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ" تو رفعِ یدین کا حکم منسوخ ہوگیا جیسا کہ دوسری دلیل سے نماز میں کلام کرنا بھی منسوخ ہوگیا۔

اگر وہابی غیر مقلدین کو نماز میں حکمِ منسوخ پر ہی عمل کا شوق ہے تو انہیں چاہئے کہ پھر نماز میں بات چیت بھی کرتے رہیں آخر وہ بھی تو حدیث سے ثابت ہے۔

اہل حق اہل سنت وجماعت وہابیوں کی باتوں پر توجہ نہ دیں اور مذہب حنفی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

شیر بازار میں تجارت سے حاصل منافع کا حکم

آپ کی کتاب "شیر بازار" کے مسائل کے صفحہ ۵۹۔۶۰ پر تحریر

ہے کہ ''شیر میں شرکت جائز نہیں ہے۔البتہ اس میں تجارت کے ذریعہ جومنافع حاصل ہوا وہ حلال ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ جب اس میں شرکت ہی جائز نہیں تو اس سے حاصل شدہ منافع کس طرح حلال ہوسکتا ہے؟ آسان الفاظ اور سادہ زبان میں سمجھانے کی گزارش ہے۔

الجواب: یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی فنکار شکر وغیرہ کا قوام جما کر اس پر کسی جاندار مثلاً بکری، بلبل، پرندہ وغیرہ کی صورت ڈھال دے تو حکم شرع ہوگا کہ یہ صورت گری حرام البتہ اس قوام سے بنی میٹھی چیز کو کھانا حلال ہے کہ مٹھائی شکر وغیرہ پاک وحلال چیزوں سے بنی ہے مگر صورت بنانا جو فنکار کا اپنا فعل ہے وہ حرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

جنازے کو ٹھیک بیچوں بیچ سر پر اٹھانا کیسا ہے؟

ہمارے یہاں ایک رواج بنتا جارہا ہے کہ کسی کے باپ یا ماں کا جب انتقال ہوجاتا ہے تو اس مرنے والے کے لڑکے یا پوتے جنازے کو ٹھیک بیچوں بیچ سر پر اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ویسے تو چاروں کونوں پر لوگ اٹھاتے ہی ہیں۔مگر یہ لڑکا یا پوتا بجائے یکے بعد دیگرے چاروں کونوں پر کندھا دینے کے صرف جنازے کے بیچ میں سر رکھ کر چلتے ہیں۔اس سے ان کو بھی زیادہ مشقت پڑتی ہے اور کندھا دینے والوں کو بھی کچھ تکلیف رہتی ہے اور یہ شاید مرنے والے سے شدید محبت کے اظہار میں ہوتا ہے۔ یہ فعل کیسا ہے؟

المستفتی: پٹیل شبیر علی رضوی، دیادرہ، بھروچ، گجرات۔

الجواب: یہ بری بدعت ہے جو ناجائز وگناہ ہے، خدائے کریم اوراس کے رسول رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہ دیا، اور نہ ہی اپنے کو مشقت میں مبتلا کرنے اور دوسروں کو اِیذا دینے کی اجازت۔حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **من سن فی الاسلام سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شی .** جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس کا گناہ ہے اوراس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی ہو۔(صحیح مسلم شریف)

یہ رواج بالکل غلط اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اس لیے فوراً اس کو بند کیا جائے اور ہرگز ہرگز کوئی جنازے کو بیچ سے نہ اٹھائے۔ **واللّٰہُ تعالیٰ اعلم.**

زکوۃ کا ایک اہم مسئلہ

زکوٰۃ کے حقدار ضرورت مند کو مکان دینے کے لیے جماعت سے زکوٰۃ فنڈ وصول کیا جاتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: زکوٰۃ دینے کا یہ طریقہ ناجائز ہے کہ اس طور پر زکاۃ ادا نہیں ہوتی اور جتنے لوگوں نے زکاۃ فنڈ میں زکاۃ کے روپے جمع کئے ہیں ان کی زکاۃ ان کے ذمہ فرض ہے اور تاخیر کی وجہ سے گناہ بھی لازم آتا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا زکاۃ کی ادائیگی کے لیے مسلمان فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے اور یہاں کوئی مسلمان زکاۃ کی رقم یا اس سے نئے فلیٹ کا مالک نہیں بنایا جاتا، نہ وہ مالک ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے صرف فلیٹ میں رہنے کی اجازت ہے اور یہ تملیک نہیں، یہ زکاۃ کی رقوم کا بہت بیجا استعمال ہے زکاۃ فنڈ کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ فوراً اس سے باز آئے اور جن لوگوں کی زکاۃ اب تک ضائع ہوئی ہے ان کی طرف سے زکاۃ ادا کرنے کی صورت بروئے کار لائے یعنی اپنے پاس سے ان سے اجازت لے کر زکاۃ ادا کرے یا انہیں اتنی رقم واپس کردے تاکہ وہ ادا کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عالمی یوم خطیب اعظم پاکستان

ہرسال ماہ رجب کے تیسرے جمعۃ المبارک کو''عالمی یوم خطیب اعظم پاکستان'' منایا جاتا ہے، ملک وبیرون ملک اہل سنت وجماعت کی بیشتر مساجد کے ائمہ وخطبائے کرام خطبات جمعہ میں مجدد مسلک اہل سنت محسن ملک وملت عاشق رسول حضرت علامہ الحاج محمد شفیع اوکاڑوی قدس سرہ الباری کو خراج عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں اور ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ان شاء اللہ حسب سابق اس سال بھی ماہ رجب کی تیسری جمعرات وجمعہ کو جامع مسجد گلزار حبیب گلستان اوکاڑوی کراچی میں دوروزہ عرس کی تقریبات منعقد ہوں گی۔آپ سے گزارش ہے کہ اہل سنت کے مراکز ومساجد ومدارس میں حضرت خطیب اعظم پاکستان کے ایصال ثواب کے لیے جمعہ ۲۴ جون ۲۰۱۱ء کو یوم خطیب اعظم منانے کا اہتمام کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔(ادارہ)

ایک دوسرے کی عیب پوشی کرو

از: مظہر حسین علیمی

مذہبِ اسلام انسان کی لغزشوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دلاتا ہے تاکہ جب کبھی وہ جرم وخطا میں مبتلا ہو جائے تو اس کو اصلاحِ نفس اور برائیوں کو دور کرنے کا موقع مل جائے۔ پردہ پوشی اعلیٰ مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔عیب پوشی اس وقت اور اہم ہو جاتی ہے جب وہ شخص معزز ہو یا عالم ہو یا قائد ورہنما یا ان جیسے معزز افراد ہوں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِیْ الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِیْ الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ. (النور:۱۹،۲۴)

ترجمہ: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا وآخرت میں اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔(کنز الایمان)

ہم سب کے خالق ومالک اللہ عزوجل نے ایذا رسانی اور عیوب تلاش کرنے کی ممانعت میں ارشاد فرمایا: وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا. (الاحزاب۳۳/۵۸)

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔(کنز الایمان)

عیب پوشی کی فضیلت واہمیت اور پردہ دری کی مذمت وشناعت پر کثیر احادیث موجود ہیں، یہاں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم وزیادتی کرے اور نہ اسے تباہی کے حوالے کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت برآری میں لگا رہے گا اللہ عزوجل اس کی حاجت روائی فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر سے کوئی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اس پر سے دور فرمائے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔(مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لایستر عبدٌ عبداً فی الدنیا الا سترہ اللّٰہ یوم القیٰمۃ** یعنی جو کوئی دنیا میں کسی بندے کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔(مسلم شریف)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اپنے بھائی کا عیب دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے اللہ عزوجل عیب پوشی کے عوض اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔(رواہ الطبرانی)

حضرت دخین ابوالہیثم (جو عقبہ بن عمر کے کاتب تھے) نے کہا کہ میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میرے کچھ پڑوسی ہیں جو شراب پیتے ہیں اور میں حکومت کے کارندوں کو انہیں گرفتار کرنے کے لیے بلاتا ہوں۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا مت کرو انہیں نصیحت کرو اور دھمکی دو۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے اب میں ان کو گرفتار کرنے کے لیے حکومت کے کارندوں کو بلاؤں گا۔حضرت عقبہ بن عامر نے فرمایا: تم پر افسوس ہوا ایسا مت کرو اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے عیب پوشی کی گویا اس نے قبر میں دفن کر دی جانے والی کو زندہ کیا۔(سنن ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی ستر پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو بے آبرو کیا اللہ اس کے عیوب کھول دے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں رسوا فرمائے گا۔(ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور بآواز بلند ارشاد فرمایا: اے زبانی اسلام کا دعویٰ کرنے والو حال یہ ہے کہ ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا ہے مسلمانوں کو ایذا مت دو اور ان کے عیب تلاش نہ کرو اس لیے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیب کو چھپنے

نہیں دیتا اور جس کے عیب کو اللہ چھپنے نہ دے ضرور اسے رسوا کر دے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔ اور ایک روز حضرت ابن عمر نے کعبہ مقدسہ کو دیکھا تو فرمایا تو کتنا عظیم الشان اور عظیم المرتبت ہے مگر مومن کی حرمت وعزت اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر تم مسلمانوں کے چھپے ہوئے عیوب کو تلاش کرو گے تو تم انہیں بگاڑ دو گے یا بگڑنے کے قریب کر دو گے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا رب جب مجھے آسمان پر لے گیا تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اس سے اپنا چہرہ اور سینہ نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت وآبرو کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ (احمد، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا (اپنے عیب کا) اظہار کرنے والوں کے علاوہ میری اُمت کے تمام لوگوں کے لیے معافی ہے۔ اظہار کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص رات کو ایک عمل کرتا ہے پھر صبح کے وقت جب کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی، کہتا ہے میں نے فلاں فلاں عمل کیا حالاں کہ رات کے وقت اس کے رب نے پردہ ڈالا تھا لیکن وہ بوقت صبح اللہ کے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی حفاظت وصیانت کی غرض سے جواب دہی کرتا ہے تو اللہ اپنے ذمۂ کرم پر یہ حق لے لیتا ہے کہ قیامت کے دن وہ اسے جہنم کی آگ سے بچائے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (الروم، ۳۰:۴۷) اور اہل ایمان کی مدد تو ہم پر حق ہے۔

عیب پوشی کے بارے میں جو آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں وہ اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ مذہب اسلام کسی کی پردہ دری کو ہرگز روا نہیں رکھتا۔ وہ اپنے متبعین کو پردہ دری نہیں بلکہ عیب پوشی کا حکم دیتا ہے۔ اسلام یوں تو کسی کی بھی رسوائی کو پسند نہیں کرتا لیکن اہل ایمان کے معاملے میں تو وہ مسلمانوں کو حد درجہ متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی نہ کریں اور انہیں حتی المقدور بے آبرو ہونے سے بچائیں۔

اگر ہم اور آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے ہولناک دن ہمارے گناہوں، بداعمالیوں اور خطاؤں پر پردہ ڈال دیا جائے تو آج اس دنیا میں اپنے بھائیوں کی پردہ پوشی کرنے کی عادت بنالیں، کل بروز قیامت خدائے قہار و جبار اپنی صفت ستاری سے ہمارے گناہوں کو چھپا دے گا اور اولین وآخرین کے مجمع میں رسوا ہونے سے بچالے گا۔ رب تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے۔

❁……❁

صفحہ ۲۷ کا بقیہ

اب یہاں دعوت فکر دینے کی اجازت چاہوں گا۔ معذرت کے ساتھ گزارش ہے کیا آج پیروان گنگوہ و دیوبند نظامِ ڈاک خانہ کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ عید کے موقع پر کیا وہ معانقہ نہیں کرتے، کیا وہ برسرِ عام کوّا کھا کر بتا سکتے ہیں، چھپ کر کھائیں تو الگ بات ہے۔ کیا وہ آج کرنسی نوٹ کو چیک کہنے کی جرأت کر سکیں گے، کیا ان کو بل بوتا ہے، جو آج ہندوستان کو دارالحرب کہہ دیں، کیا وہ علی گڑھ کے معاملے میں اپنے اکابر کے فتوے پر اٹل رہ سکے، کیا وہ آج گائے کی قربانی نہیں کرتے، کیا آج بھی وہ خدا کے جھوٹ کو ممکن بتاتے ہیں، ان تمام امور ومعاملات میں، پیروانِ دیوبند و گنگوہ ندوہ و علی گڑھ، امام احمد رضا کے شرعی فیصلوں پر خاموش عمل کر رہے ہیں، اگر نہ کریں تو ہندوستان میں ان کا جینا دوبھر ہو جائے۔ تو جب بات وہی سچ ہے جو امام احمد رضا نے کہی تھی تو اب ہر انصاف پسند مسلمان کو ان سے مطالبہ کرنا چاہیے، جب وہ ان ساری باتوں کو مان ہی رہے ہیں، تو اس اعتراض کو بھی مان لیجئے، جو انہوں نے علمائے دیوبند کی شرعاً فقہاً کلاماً قابل گرفت عبارتوں پر کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا ہے، تو اسلامی ہند کے درمیان اتفاق کی راہ آنِ واحد میں ہموار ہو سکتی ہے۔

سلام اس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں

از: مفتیہ فاطمہ عزیز مؤمناتی

کارِ دعوت ونبوت کا دسواں سال ہے دس سال کی محنت کے بعد بھی مکہ کے سرداراورعوام اس بات کے لیے تیار نہ ہوئے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی اختیار کریں، اس کے رسول کی اطاعت قبول کریں اور مکہ کو دعوتِ الٰہی کا مرکز بنا دیں بلکہ اب تو وہ داعی حق کو ہی ختم کردینے کا سوچ رہے ہیں۔ مشفق چچا ابوطالب کا سہارا تھا وہ رخصت ہو چکے ہیں، پچیس سالہ رفاقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی وہ بھی ختم ہو چکی ہے اب کدھر کا رخ کریں؟ مکہ نے اپنے بہترین ہیرے آپ کی گود میں ڈال دیے ہیں، لیکن اب تو اس مسکن کی تلاش ہے جہاں خدائے واحد کی بندگی کی بنیاد پر ایک نیا معاشرہ قائم ہو اور ساری دنیا پر اس کے خالق کی حکومت قائم کرنے کا سامان ہو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوچتے ہیں اور وہاں کا رخ کرتے ہیں مکہ سے قریب یہی شہر ہے زمین زرخیز، پانی وافر، باغات سے مالا مال، شاید کہ وہاں کے سرداراور اُمرا اس دعوت کو قبول کرلیں۔

راستہ دشوار گزار پہاڑیوں اور وادیوں سے بھرا ہوا، گرمی کا موسم ہے اور وہ بھی عرب کی تپتی ہوئی گرمی۔ ۵۰ سال کی عمر ہے جوانی کا زمانہ نہیں کہ دشوار سفر آسان ہو جائے، سفر کے لیے سواری کا بندوبست بھی اب ممکن نہیں کہ ساری دولت کارِ دعوت میں صرف ہو چکی ہے چنانچہ پیادہ پا دو چپلوں پر سارا راستہ طے ہو رہا ہے، ساتھ حضرت زید بن حارثہ ہیں، منہ بولے بیٹے اور راہ حق کے نوجوان ساتھی۔

طائف پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو ثقیف کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس جاتے ہیں اور ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے ہیں، دس سال مکہ میں ٹھکرائے جانے کے بعد امیدیں طائف سے ہوسکتی تھیں وہ چکنا چور ہو جاتی ہیں جب امارت و دولت اور اقتدار کے نشے میں یہ تینوں سرداراس دعوت کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کے جواب سننے کے لائق ہیں ٹوٹے ہوئے دل کے لیے پہلا تیر یہ تھا۔

کیا اللہ کو تمہارے سوا رسول بنانے کے لیے کوئی اور نہیں ملا کہ جسے سواری کے لیے گدھا تک میسر نہیں۔

دوسرے نے اپنا سیاسی نظریہ پیش کیا: کعبہ کے پردے تارتار ہو جائیں گے اگر اللہ نے تمہیں اپنا رسول بنایا۔

تیسرے نے منطق چھانٹی: میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیوں کہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو میں اس کا مستحق نہیں کہ تم سے بات کروں اور اگر نہیں ہو تو میری ذلت ہے کہ کسی جھوٹے سے بات کروں۔

زخمی دل کے ساتھ سرداروں کی محفل سے نکل کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر آتے ہیں تو طائف کے سردار شہر کے لچے لفنگے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیتے ہیں، یہ اوباش آپ پر پتھروں کی بارش کر دیتے ہیں، تاک تاک کر آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھر مارتے ہیں جب چوٹوں کی تکلیف سے مجبور ہو کر آپ بیٹھ جاتے ہیں تو آپ کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے ہیں، دو میل راستہ پر اسی طرح سنگ باری کے نتیجے میں آپ زخموں سے چور اور لہولہان ہو جاتے ہیں اور بالآخر طائف کی بستی سے نکل کر ایک باغ میں پناہ لیتے ہیں، ذرا یہ منظر دیکھیے کس کا دل ہے کہ شق نہ ہو جائے۔

زخموں سے گھٹنے چور ہو گئے، پنڈلیاں گھاؤ ہو گئیں، کپڑے لال ہو گئے، نوعمر رفیق (حضرت زید) نے سڑک سے بے ہوشی کی حالت میں جس طرح بن پڑا اٹھایا، پانی کے کسی گڑھے کے کنارے لایا، جوتیاں اتارنی چاہیں تو خون کے گون سے وہ تلوے کے ساتھ اس طرح چپک گئی تھیں کہ ان کا چھڑانا دشوار تھا۔ (النبی الخاتم، ۵۸)

یہ کیسا دن ہے کہ جو سب کے لیے تھا اور سب کے لیے ہے، قیامت تک کے لیے ہے، کیسا دردناک نظارا ہے اس کو سب واپس کر رہے تھے، بات اسی پر ختم نہیں ہوگئی کہ انہوں نے جو پیش کیا تھا اس کو صرف رد کر دیا، بلکہ آگ میں پھاندنے والوں کی جو کمریں پکڑ کر

گھسیٹ رہا تھا وہی کمر کے بل گرایا جا رہا تھا۔(النبی الخاتم:۵۰)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر اُحد کے دن سے بھی سخت دن کوئی گزرا ہے؟ فرمایا: تیری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچیں سو پہنچیں، مگر سب سے بڑھ کر سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف میں عبد یالیل کے سامنے دعوت رکھی اور اس نے رد کر دیا۔(محسن انسانیت:۱۹۶)

طائف کا سفر، ٹوٹا ہوا دل، زخموں سے چور جسم، زندگی کا سب سے زیادہ سخت دن یہ سارے مناظر نگاہوں میں رکھیے اور اب یہ بھی دیکھیے کہ زبان پر کیا الفاظ ہیں؟

الٰہی! اپنی بے زوری و بے بسی اور بے سروسامانی کا شکوہ تجھ سے ہی کرتا ہوں، دیکھ انسانوں میں ہلکا کیا گیا، لوگوں میں یہ کیسی سبکی ہو رہی ہے۔ اے سارے مہربانوں میں سب سے زیادہ مہربان مالک! میری سن۔ درماندہ اور بے کسوں کا رب تو ہی ہے، تو ہی میرا مالک ہے۔ مجھے تو کن کے سپرد کرتا ہے، کیا اس حریف بیگانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے یا تو نے مجھ کو، میرے سارے معاملات کو دشمنوں کے قابو میں دے دیا ہے؟ پھر بھی اگر تو مجھ سے ناراض نہیں، تو مجھے ان باتوں کی کیا پروا کچھ بھی ہو میری ساعی تیری عافیت کی گود میں اور تیرے وجہ کریم کی وہ جگمگاہٹ جس سے آندھریاں روشنی بن جاتی ہیں، میں اس نور کی پناہ میں آتا ہوں کہ اس سے دنیا وآخرت کا سدھار ہے۔ مجھ پر تیرا غضب ٹوٹے اس سے تیرے سائے میں آتا ہوں۔ منانا ہے، منانا ہے، اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔ زور ہے نہ قابو ہے، مگر اعلیٰ و عظیم اللہ ہے۔

دل کی اس کیفیت کو آپ نے دیکھ لیا، دعوت کی لگن اور اس کی خاطر طائف کا یہ سفر...... اپنے رب پر بھروسہ اور اس کی رضا کی تلاش، یہ رنگ تو ہویدا ہیں ہی، اب وہ رنگ اور ہیں جو دراصل آپ کو دکھانا مقصود ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باغ میں بیٹھتے ہیں، آپ کے یہ الفاظ سن کر نوجوان ساتھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

یارسول اللہ! ان ظالموں کے لیے بددعا کر دیجیے۔ رحمت مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان لوگوں کے لیے کیوں بددعا کروں اگر یہ لوگ خدا کے اوپر ایمان نہیں لاتے تو مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور خدائے واحد کی پرستار ہوں گی۔

ایک لکھنے والے کے الفاظ میں:

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رحمت ورأفت تھی، خلق خدا پر لامتناہی شفقت اور صبر واستقامت کی حیرت انگیز مثال تھی۔ مخلوق کے لیے بے پناہ تڑپ، پیغام حق پر انتہائی یقین اور اس پیغام کو دنیا تک پہنچانے کا جو نادر نمونہ اس ارشاد میں ملتا ہے، سرگزشت عالم میں کوئی دوسری نظیر نہیں آتی۔ عالم انسانیت کے دوسرے برگزیدہ وجود کے قدم ہائے مبارک شفقت علی الخلق کے اس بلند ترین مقام تک نہ پہنچ سکے۔(رسول رحمت:۵۲ از ابوالکلام آزاد)

باغ سے نکل کر مکہ کی راہ لیتے ہیں اور اس مقام تک پہنچتے ہیں جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے، یہاں جبرئیل امیں تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کہا اور آپ کی دعوت کا جو جواب دیا۔

اے محمد! اللہ نے آپ کے پاس یہ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے جو چاہیں اسے حکم دیں۔ پہاڑوں کا فرشتہ سلام کرتے ہوئے عرض کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے: اے محمد آپ کو پورا اختیار ہے ارشاد ہو تو ان دونوں پہاڑوں کو اٹھا کر جن میں طائف محصور ہے اس شہر کو پیس کر رکھ دوں۔ ذرا دیکھیے! جس کے گھٹنے توڑے گئے۔ ٹخنے چور کیے گئے۔ اب اس کے قابو میں کیا نہیں ہے؟ اور جو اختیار دیا گیا کیا وہ پھر چھینا گیا؟ جسے پتھر کے ٹکڑوں سے پٹوایا گیا اسی کو اختیار دیا گیا کہ وہ پہاڑوں سے اس کا جواب دے سکتا ہے اور بآسانی دے سکتا ہے۔ اب دیکھ جسے جبال ملے، ملک الجبال ملا وہ اپنی قوت سے کیا کام لیتا ہے، جنہوں نے اس کو ہلکا کیا تھا کیا ان پر ان کی زندگی کو وہ بھاری کرے گا چاہتا تو یہ کر سکتا تھا اور اس کو حق تھا کہ جنہوں نے اس پر پتھراؤ کیا تھا، ان کو سنگسار کر دے۔(النبی الخاتم، ۶۵۔۶۷)

لیکن وہی تاریخ جس نے قوم نوح کے طوفان، قوم عاد کی آندھی، قوم ثمود کی چنگھاڑ اور کڑک، قوم لوط کی پتھروں کی بارش اور موسیٰ کے دریا کے واقعات کو ریکارڈ کیا ہے اسی تاریخ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بھی محفوظ رکھا ہے پہاڑوں کے فرشتہ سے فرمایا جا رہا ہے:

''میں مایوس نہیں ہوں کہ ان کی پشتوں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ

پیدا کرے جو اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنائیں۔

کتنی خوب صورت و دل رُبا ہے یہ تصویر! اس پر دل کیوں نہ آئے، محبت کا کیسا ابلتا ہوا چشمہ ہے کیسی فراوانی ہے رحمت کی، کتنی شفقت ہے اپنے رب کے بندوں پر، امید کی کتنی محفوظ چٹان ہے جس پر دعوت کی کشتی لنگر انداز ہے۔ اپنوں سے تو سب ہی محبت کرتے ہیں دشمنوں سے کتنے محبت کرتے ہیں۔ اچھی بات کا تو سب ہی اچھا جواب دیتے ہیں کتنے ہیں جو گالیوں اور پتھروں کا جواب دعاؤں سے دیتے ہیں؟ جذبہ انتقام نہیں نفرت نہیں، غضب نہیں، غصہ نہیں، مایوسی نہیں، گالیاں نہیں اپنے اوپر زعم اور غرور نہیں۔ طاقت کا غلط استعمال نہیں بلکہ دل سوزی ہے، ہمدردی ہے، شفقت و رحمت ہے، زندگی کا پیغام ہے، طاقت کا اگر کہیں استعمال ہے تو کم سے کم ہے۔ بقدر ضرورت ہے صرف اس لیے کہ اب طاقت کے استعمال کیے بغیر فتنہ کا استیصال ممکن نہیں نہ کہ اس لیے کہ فتنہ اور پھیل جائے۔ سب سے بڑھ کر فکر اگر کسی بات کی ہے سوز و تڑپ اگر کسی چیز کے لیے ہے تو صرف اسی لیے کہ دل مسخر ہوں، اپنے رب کے آگے جھک جائیں ایسے لوگ پیدا ہوں جو دعوتِ حق پر لبیک کہیں، آج نہ ہوں تو کل ہوں۔

صفحہ۔۔۷۔۔کا بقیہ

قائد انقلاب علامہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے فتواے جہاد میں قائدانہ کردار اور شرکتِ جہاد سے متعلق اس مختصر سے تحقیقی و تنقیدی جائزے کو بہ نگاہِ انصاف و دیانت پڑھنے اور تجزیاتی محاکمہ کرنے کے بعد کسی بھی قسم کی گنجایش اس امر کی نہیں رہ جاتی کہ :

''☆ مولانا نے کبھی کوئی ایسا فتویٰ دیا ہی نہیں تھا جس میں مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کی ترغیب دی گئی ہو۔

☆ غلط فہمی کی بنیاد پر انگریزوں نے انہیں گرفتار کر کے جو مقدمہ چلایا اس کے دوران وہ بار بار یہی کہتے رہے کہ میں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا اور فتویٰ جہاد پر جن علما کے دستخط ہیں ان میں میرا نام نہیں ہے۔

☆ مولانا نے اپنی پیرانہ سالی، اولاد کی کم سنی اور عسیر الحالی کی دُہائی دے کر انگریزوں سے رحم کی پُر زور التجا بھی کی۔'' (شمیم طارق: غالب اور ہماری تحریکِ آزادی، ص ۳۲/۳۳)

حیرت ہوتی ہے شمیم طارق صاحب جیسے ''محقق و دانش ور'' پر کہ انھوں نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے اتنے اہم ترین باب میں محض ''تقلیدی تحقیق'' کو اختیار کر کے اپنے ''بلند قد'' کو ''پست'' کرنے کی طرف پیش قدمی کی اور ساتھ ہی ساتھ شمیم صاحب کی کتاب پر تبصرہ نگار حضرات پر بھی ہمیں افسوس ہوتا ہے جنھوں نے یہ لکھ کر کہ ''مولانا فضل حق کے فتواے جہاد کی بڑی تشہیر کی گئی ہے۔ ایک مسلک کے لوگ اس سلسلے میں بڑے جذباتی واقع ہوئے ہیں۔'' (اردو بک ریویو، دہلی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء، ص ۲۵) تاریخ سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت فراہم کرنے کے ساتھ ہی انصاف و دیانت کا سرِ عام خون بھی کیا ہے۔ پیشِ نظر کتاب میں شامل مشمولات کی روشنی میں علامہ کے فتواے جہاد اور شرکتِ جہاد کا انکار کرنا ''کج بحثی'' اور ''کٹ حجتی'' کے سوا کچھ نہ کہلائے گا۔ واضح ہونا چاہیے کہ علامہ کے فتواے جہاد اور شرکتِ جہاد کی تشہیر صرف ایک ''مخصوص مسلک'' کے لوگوں نے نہیں کی ہے بل کہ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے والوں میں ہر مسلک کے لوگ شامل ہیں۔ اس موضوع پر ''فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون'' مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی ٹونکی ثم کراچوی، مطبوعہ برکات اکیڈمی کراچی اور ''امتیازِ حق'' مرتبہ راجا غلام محمد لاہوری، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور و المجمع الاسلامی، مبارک پور اور ''باغی ہندوستان'' مترجم مولانا عبد الشاہد خاں شروانی قابلِ مطالعہ اور چشم کشا ہیں۔

خواجہ غریب نواز: تعلیمات وارشادات

از: ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی

اہلِ صفا مردانِ حق ظاہری وباطنی علوم ومعارف اور مجاہدات ومکاشفات کے ذریعے نہ صرف اپنی ذات کو قربِ الٰہی تک پہنچاتے ہیں بلکہ اپنے روحانی فیوض وبرکات اور تعلیمات وارشادات کے ذریعہ خلقِ خدا کی تربیتِ اخلاق کا اہتمام بھی فرماتے ہیں۔ کفر وشرک کی تاریک وپُر پیچ وادیوں میں بھٹکنے والوں کے لیے ان کی جامع کمال شخصیتیں مینارۂ نور اور ان کے ایمان افروز ملفوظات بحر معصیت میں ڈوبنے والوں کے لیے سفینۂ نجات ہوا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ خواجگان غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات میخانہ معرفت کے بادہ گساروں میں سرفہرست ہے۔ حضرت خواجہ کا مشن دین حق کی روشنی پھیلانا اور گم گشتہ راہ ہدایت افراد کو صراط مستقیم کی دعوت دینا، طالبانِ معرفت کو سلوک وتصوف کے منازل طے کرانا، دلوں کے زنگ دور کرنا اور تزکیہ نفس کی تلقین فرمانا تھا، چنانچہ آپ کی مجالسِ رشد وہدایت تعلیم وتلقین، تربیت اخلاق اور تہذیب نفس کی درسگاہ ہوا کرتی تھیں خاص خاص موقعوں پر حضرت خواجہ نے جو تلقینات وہدایات فرمائیں آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ نے دلیل العارفین میں بعض مجلسوں کے ارشادات کو یکجا فرمادیا یہ کتاب آج بھی رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس مجموعہ ملفوظات میں مختلف دینی مسائل اور صوفیانہ رموز مثلاً طہارت، نماز، روزہ، حج، صدقہ، شریعت، حقیقت، طریقت، محبتِ الٰہی، عشقِ الٰہی، معرفت الٰہی، عذاب قبر، گناہ کبیرہ، عبادت اہل سلوک، دوزخ، سورتوں کے فضائل، کشف وکرامات، صحبت نیک وبد، توکل، توبہ، تجرید، کے موضوعات پر جامع وبصیرت انگیز ارشادات و فرمودات ہیں۔

ذیل میں آپ کی تعلیمات وارشادات کے کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ جس نے کچھ پایا خدمت سے پایا پس لازم ہے کہ پیر کے فرمان سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرے۔ جو کچھ اس سے نماز تسبیح اوراد وغیرہ کی بابت فرمائے گوش ہوش سے سنے اور اسے بجالائے تاکہ کسی مقام پر پہونچ سکے۔ کیوں کہ پیر مرید کا سنوارنے والا ہے پیر جو کچھ فرمائے گا وہ مرید کے کمال کے لیے ہی فرمائے گا۔ (دلیل العارفین ص ۲)

☆ عارف اہل فضل ہیں اور وہ دوست کی محبت میں مستغرق ہیں پس وہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی رات کو باطہارت سوتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ فرشتے اس کے ہمراہ رہیں وہ صبح تک اللہ تعالیٰ سے یہی التجا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو بخش دے کیوں کہ یہ باطہارت سویا ہے۔ (ایضا ص: ۳)

☆ فرمایا: عارف اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام جہان کو جانتا ہو اور عقل سے لاکھوں معنی پیدا کرسکتا ہو اور بیان کرسکتا ہو اور محبت کے تمام دقائق کا جواب دے سکتا ہو اور ہر وقت بحر میں تیرتا رہے تاکہ اسرارِ الٰہی وانوار الٰہی کے موتی نکالتا رہے اور دیدہ ور جوہریوں کے روبرو پیش کرتا رہے۔ (ایضاً ص: ۴)

☆ فرمایا کہ نماز مومن کی معراج ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ "الصلوٰۃ معراج المؤمنین"۔

☆ بعدہ آپ نے فرمایا کہ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے "المصلی یناجی ربہ" نماز پڑھنے والا اپنے خدا سے راز کہتا ہے۔ نماز بندوں کے لیے خدا کی امانت ہے۔ پس بندوں کو چاہیے کہ اس کا حق اس طرح ادا کریں کہ اس میں کوئی خیانت پیدا نہ ہو۔ (ایضا ص: ۸)

☆ میں نے خواجہ عثمان ہارونی کی زبان سے سنا ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب انبیا اولیا اور ہر مسلمان سے ہوگا جو اس حساب سے عہدہ برآ نہیں ہوسکے گا وہ عذابِ دوزخ کا شکار ہوگا۔

فرمایا: نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے پس جب ستون قائم ہوگیا تو مکان بھی قائم ہوگیا۔ (ایضاً ۹)

☆ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور جہنم کے درمیان سات پردے حائل کردے گا۔ جس نے جھوٹی قسم کھائی گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کر دیا ادھر سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

☆ محبت میں صادق وہ ہے جس پر شوق اشتیاق اس قدر غالب ہو کہ سو ہزار شمشیریں اس کے سر پر ماریں تب بھی اس کو خبر نہ ہو۔

☆ دوستیِ مولا میں وہ شخص سچا ہوتا ہے کہ اگر اس کا جسم ذرہ ذرہ کر دیا جائے اور آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا جائے تو بھی دم نہ مارے۔

عاشق کا دل محبت کی آگ کا آتش کدہ ہے (سوائے حق) جو اس کے دل میں آتا ہے وہ جل کر خاکستر و ناپید ہو جاتا ہے کیوں کہ آتش محبت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی آگ نہیں۔

☆ قبرستان میں عمداً کھانا کھانا یا پانی پینا گنا کبیرہ ہے جو عمداً کھائے وہ ملعون اور منافق ہے کیوں کہ گورستان مقامِ عبرت ہے نہ کہ جائے حرص وہوا۔ (ایضا ۱۶)

☆ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کبیرہ نہیں کہ مسلمان بھائی کو بلا وجہ ستایا جائے اس سے خدا اور سول دونوں ناراض ہوتے ہیں۔ (۱۷)

☆ جب اللہ کا نام سنے یا کلام اللہ سنے اور اس کا دل نرم نہ ہو اور ہیبت الٰہی سے اس کا اعتقاد و ایمان زیادہ نہ ہو تو گناہ کبیرہ ہے۔ (ایضا ۱۸)

پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے:

(۱) اپنے والدین کے چہرے کو دیکھنا۔ حدیث میں ہے: جو فرزند اپنے والدین کا چہرہ دیکھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(۲) کلام مجید کا دیکھنا۔

(۳) کسی عالم بزرگ کا چہرہ عزت واحترام سے دیکھنا۔

(۴) خانہ کعبہ کے دروازے کی زیارت اور کعبہ شریف دیکھنا۔

(۵) اپنے پیرومرشد کے چہرے کی طرف دیکھنا اور خدمت میں مصروف رہنا۔ (ایضا ص:۲۲۔۲۰)

کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہے مرد کو چاہیے کہ احکام الٰہی بجالانے میں کمی نہ کرے پھر جو کچھ چاہے گا مل جائے گا۔ (ایضا ۲۴)

سورۂ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لیے شفا ہے جو بیماری کسی علاج سے درست نہ ہو تو وہ صبح کی نماز کے سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے: اَلْـفَـاتِـحَةُ شِـفَآءٌ مِّنْ كَلِّ دَآءٍ ۔ (ایضا ۲۹)

جو شخص کوئی ورد مقرر کرے اسے روزانہ پڑھنا ضروری ہے۔ (ایضا ۳۰ مجلس، ۸)

رات کے تین حصے کرے پہلا حصہ نماز میں گزارے، دوسرا تہجد میں جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ نماز ہمارے لیے فرض ہے یہ چار سلام سے ادا کرے اور جس قدر قرآن شریف یاد ہو پڑھے پھر تھوڑی دیر سو جائے پھر اٹھ کر تازہ وضو کرے اور صبح کاذب تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ (ایضا مجلس ۸ ص:۳۶)

فرمایا: ایک بار خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے مناجات کے وقت یہ الفاظ کہے: **کیف السلوک علیک**، آواز آئی اے بایزید طَـلِّـقْ نَـفْسَـکَ ثَـلٰـثًـا وَقُلْ هُوَ اللّٰـهُ اَحَدٌ۔ یعنی پہلے اپنی ذات کو تین طلاق دے پھر ہماری بات کر۔ (ایضا م ۹)

فرمایا: جب تک انسان راہ سلوک میں پہلے دنیا ومافیہا اور اپنی ذات کو ترک نہ کرے وہ اہل سلوک میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر سالک کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھو کہ جھوٹا ہے۔

عارف جب درجہ کمال پر پہونچتا ہے تو دنیا ومافیہا کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہے چنانچہ بایزید علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا آپ نے طریقت میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ تو فرمایا یہاں تک کہ جب میں اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان نگاہ کرتا ہوں اس میں تمام دنیا ومافیہا نظر آتے ہیں۔

گناہ تم کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل ورسوا کرنا۔ (ایضا م ۹)

جس نے خود کو پہچان لیا اگر وہ خلق سے دور نہ بھاگے تو سمجھ لو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔ (م ۹)

عارف وہ شخص ہوتا ہے جو کچھ اس کے اندر ہوا سے دل سے نکال دے تاکہ اپنے دوست کی طرح یگانہ ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ اس پر کسی چیز

کومخفی نہ رکھے گا اور وہ دونوں جہان سے بے پرواہو جائے گا۔(م ۹)

اگر قیامت کے دن کوئی چیز بہشت میں پہنچائے گی تو وہ ہے زہد نہ کہ علم۔(م ۹)

جوشخص عشق کی راہ میں قدم رکھتا ہے اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔(م ۹)

اہل عرفان یادالٰہی کے سوا کوئی اور بات زبان سے نہیں نکالتے۔(م ۹)

میں نے اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے سنا ہے کہ اگر کسی شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے وہ تین چیزیں سخاوت، شفقت اور تواضع، سخاوت دریا جیسی، شفقت مانندِ آفتاب، تواضع زمین کی سی۔(م ۹)

نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت کا رِبد سے بری ہے۔(م ۱۰ص:۴۶)

دنیا میں سب سے بہتر تین اشخاص ہیں۔

(۱) عالم جو اپنے علم سے بات کہے۔

(۲) جو حرص نہ رکھے۔

(۳) وہ عارف جو ہمیشہ دوست کی تعریف وتوصیف کرے۔(م ۱۰ص:۴۸)

عارف دنیا کا دشمن ہوتا ہے اور مولیٰ کا دوست چوں کہ وہ دنیا سے بیزار ہوتا ہے اور غلوِ عشق اور حسد کی اسے خبر نہیں ہوتی۔(م ۱۰ص:۴۹)

فرمایا: ایک درویش نے داؤد طائی علیہ الرحمہ کو آنکھ بند کیے ہوئے دیکھا، سبب پوچھا فرمایا: ۴۵ سال سے میں نے اپنی آنکھیں بند رکھی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھوں اس لیے کہ دوستی تو اللہ تعالیٰ سے کروں اور غیر کی طرف دیکھوں۔(م ۱۰ص:۴۹)

درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو آئے اسے محروم نہ کیا جائے اگر بھوکا ہے تو کھانا کھلایا جائے اگر ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنایا جائے بہر حال اسے خالی ہاتھ واپس جانے نہ دیا جائے اس کی دلجوئی ضرور کرنا چاہیے۔(م ۱۰ص ۵۲)

عارفوں کا توکل یہ ہے کہ ان کا توکل خدا کے سوا کسی پر نہ ہو اور نہ کسی چیز کی طرف توجہ کریں۔(م ۱۱ص:۵۳)

بقا بقائے حق ہے، فنا فنائے نفس ہے، تجرید صفات محبوب کا ذہن نشین کرنا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کے لیے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔

توبۃ النصوح میں تین باتیں ہیں، اول کم کھانا روزے کے لیے، دوم کم سونا طاعت کے لیے، سوم کم بولنا دعا کے لیے۔ پہلے سے خوف، دوسرے اور تیسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔(م ۱۱ص:۵۷)

عارف آفتاب کی طرح ہوتا ہے جو سارے جہان کو روشنی بخشتا ہے جس کی روشنی سے کوئی چیز خالی نہیں رہتی۔

اہل طریقت کے لیے دس شرطیں لازم ہیں۔(۱) طلب حق (۲) طلب مرشد (۳) ادب (م ۱۲ص:۵۸) (۴) رضا (۵) محبت وترک فضول (۶) تقویٰ (۷) استقامت شریعت (۸) کم کھانا کم سونا (۹) خلق سے تنہائی اختیار کرنا (۱۰) روزہ ونماز (بحوالہ معین الہندص:۱۸۶)

اہل حقیقت کے لیے بھی دس شرطیں لازم ہیں (۱) معرفت میں کامل ہونا اور خدا رسیدہ ہونا (۲) نہ خود رنج ہو نہ رنجیدہ کرے کسی کی بدی کا خیال نہ کرے۔(۳) حق تعالیٰ کی راہ دکھائے اور خلق کو ایسی بات بتائے جس میں دنیا وآخرت کا فائدہ ہو (۴) تواضع (۵) عزت (۶) ہر شخص کو عزیز ومحترم جانے اور اپنے کو سب سے حقیر اور کم تر شمار کرے (۷) تسلیم ورضا (۸) ہر درد ورنج میں صبر (۹) سوز وگداز، عجز ونیاز (۱۰) قناعت وتوکل (ایضاص:۸۷۔۱۸۶)

محبت کی علامت یہ ہے کہ تو فرماں بردار رہے اور ڈرتا رہے کہ کہیں دوست اپنے آپ سے دور نہ کردے، عارفوں کا ایک مرتبہ ہے جب وہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں تو تمام عالم اور جو کچھ اس عالم میں ہے اپنی دوانگلیوں کے بیچ میں دیکھتے ہیں۔

عارف وہ ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اس کے پاس آجاتا ہے یا جو بات وہ کہتا ہے اس کا جواب سن لیتا ہے۔

اہل معرفت کی عبادت پاسِ انفاس ہے۔

حق شناسی کی علامت لوگوں سے فرار کرنا اور معرفت میں خاموشی اختیار کرنا ہے۔

⁂……⁂

فکرِ رضا کے نئے زاویئے، نئے آفاق

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

ہشت پہل شخصیت: علم، عمل، عشق، لکھا گیا ہے اس مثلث کا نام امام احمد رضا ہے۔ یہاں علم، عمل، عشق سے جو مراد ہے، اس سے ہٹ کر ایک مثلث اور ہے، وہ ہے شخصی گہرائی، فنی گیرائی، فکری رسائی، اب ان کی شخصیت شش جہت بن جاتی ہے۔ اٹھارہویں صدی کیا، انیسویں صدی اور بیسویں صدی کیا، اٹھارہویں صدی سے دو تین صدیوں پہلے تک ایسی شش جہت، ہشت پہل شخصیت کوئی اور نظر نہیں آتی۔ یہ محض ادعا نہیں، حقیقت ہے۔ ابھی یہ حقیقت، عقیدت کے پردۂ زرنگار میں لپٹی ہوئی ہے۔ یہ پردے اٹھنے چاہیئں، پرتیں نکلنی چاہئیں۔ تب وہ ماہ رو، ماہ وش مکمل رونما ہوگی۔ اس کی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی تابشوں کا دنیا جلوہ دیکھے گی۔

پسندیدہ موضوع: لیکن چلمن کی اوٹ سے جو شعائیں پھوٹی ہیں، انصاف والی زبانیں، بے ساختہ وہی باتیں کہتی ہیں، جو تمہیدی سطور میں کہی گئی ہیں۔ شواہد کا پیش کرنا، طول مبحث کا باعث ہوگا۔ جنہیں دیکھنا ہو وہ ان سات سو کتابوں کو دیکھیں، جو ان کی سیرت کے زاویوں اور افکار کے آفاق پر لکھی گئی ہیں۔ زیادہ نہیں، تو کم از کم وہ پچاس پچپن مقالات ضرور مطالعہ کرلیں، جو ایم فل، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ کے تھیسس کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ جن پر دنیا بھر کی یونیورسٹیوں نے ڈگریاں ایوارڈ کی ہیں۔ یہ تحقیقات پچھلے پچیس برسوں کی ہیں۔ اب تو یہ رفتار، رفتار بصر سے بھی زیادہ تیز ہوتی جارہی ہے۔ کیوں کہ عالمی جامعات میں یہی موضوع سب سے زیادہ پسندیدہ، موضوع سمجھا جارہا ہے۔

شخصی گہرائی: اسلامی ہند، برطانوی ہند میں جس کے پاس ایک گاؤں ہوتا تھا وہ زمیندار کہلاتا تھا۔ امام احمد رضا کے آبا واجداد کوئی چودہ گاؤں رکھتے تھے۔ مگر امام احمد رضا کی سیرت زمیندارانہ خوبو، تعیش، تنعّم سے پاک دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ وہ زمینداری ہی ترک کرچکے تھے۔ یہی نہیں، ان کے گھریلو، خانگی انتظام بھی ان کے بھائی دیکھا کرتے تھے۔ وہ تارک سلطنت تو نہ تھے، کہ سلطنت نہ رکھتے تھے۔ مگر دنیا سے بے نیاز، تارک دنیا ضرور تھے۔ ان کا سارا وقت علمی کام، دینی خدمت، عبادت الٰہی، یادِ رسول میں گزرتا تھا۔ خیر خواہ اُمت اسلامیہ تھے وہ، بہی خواہِ ملت مرحومہ تھے وہ۔

☆ زندگی کے شروع حصہ میں اسلامی حکومت تھی، آخر حصہ میں ریاستیں قائم تھیں، نوابین موجود تھے۔ رہی سہی زمینداریاں بھی بہت تھیں۔ کوئی یہ کہہ نہیں سکتا، کسی بادشاہ، کسی نواب، کسی زمیندار سے امام احمد رضا کا دنیاوی رابطہ رہا ہو۔ غوث پاک، غریب نواز، محبوب الٰہی، قطب الدین کا کی، فرید الدین عطار، فرید الدین گنج شکر کی شفاف سیرت میں جو ہمیں استغنا نظر آتا ہے۔ اقتدار، شاہانِ اقتدار کے تئیں جو للکار سنائی دیتی ہے۔ وہی استغنا امام احمد رضا کی سیرت میں نظر آتا ہے۔ وہی للکار، زبانِ رضا سے سنائی دیتی ہے۔ عباسی خلفا نے منصب قضا کی پیشکش کی تھی امام اعظم نے ٹھکرادی تھی۔ اس کی تازہ مثال دیکھنی ہے، تو امام احمد رضا کے یہاں دیکھئے۔ نوابوں کے یہاں جاتے، یہ تو دور کی بات ہے۔ وہ آنا چاہتے تو آنے تک نہ دیا۔ نہ صاحبزادوں، شاگردوں کو بھیجا۔ ریاست حیدرآباد کے قاضی القضاۃ کا عہدہ نامنظور کردیا تھا۔ کیجیے! ذرا ان کی سیرت، سوانح کا مطالعہ تو کیجیے۔

☆ کوئی چودہ برس کی عمر میں نماز فرض ہوئی، پھر وقت وصال تک نہ چھوٹی، فرائض تو پڑھتے ہی تھے، تمام نوافل، تمام مستحب نمازیں، پڑھ ڈالتے تھے۔ گرمی، بارش، جاڑا، کوئی موسم اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ تمام سنن، مستحبات کی ادائیگی کے ساتھ، ہر نماز اپنے وقت پر پڑھ لی جاتی تھی۔ امام کو مرض بھی خوب لگتا تھا۔ حالتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھتے، تکبیر اولیٰ تک فوت نہ ہو پاتی۔ جب ضعف، نقاہت بڑھ جاتی۔ چلنے کی سکت باقی نہ رہتی، تو کبھی دو، کبھی چار آدمی کے سہارے مسجد پہنچتے۔ پھر فرض ادا کرتے۔ فرض کھڑے ہوکر، سنن، نوافل، بیٹھ کر پڑھتے۔ اوراد و وظائف بہر صورت پڑھ لیتے۔ درود کا ورد تو حرز جان ہی تھا۔ فرض روزے، جب سے عائد ہوئے، سفر، حضر، بیماری میں کبھی نہ چھوٹے۔ اخیر عمر میں کمزوری زیادہ تھی۔ دن بڑے تھے،

شدید گرمی ہوتی، بریلی میں روزہ رکھنا مشکل معلوم ہوتا، تو کوہ بھوالی، نینی تال چلے جاتے۔ جہاں فضا ٹھنڈ ہوتی، ماحول خوشگوار ہوتا، روزے کے لیے یہ اہتمام ضرور کرتے، مگر روزہ چھوڑنا گوارا نہ تھا۔ حج فرض والد کریم کے ہمراہ ادا ہو چکا تھا۔ دوسرا حج اخوان، اولاد، احباب کے ساتھ کیا۔ تمام مناسک شرعاً ادا کیے۔ زکوٰۃ غالباً کبھی نہ دی، کہ مالِ نصاب کبھی پایا ہی نہ گیا۔

☆ آٹھ برس کی عمر میں قلم پکڑا، نعتیں کہیں، مضامین لکھے، کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۴؍ برس کی سن ہی میں باقاعدہ فتویٰ دیا، وہ بھی علم میراث پر جو علوم دین میں سخت شعبۂ علم ہے۔ پھر کبھی ان کا قلم رکا، نہ تھکا، کوئی شاخِ علم ایسی نہیں، جس پر ان کا طائرِ قلم نہ چہکا ہو، جو موضوع بھی زیرِ بحث آیا، پامال تو نہ کہوں گا، نہال ہو کر رہ گیا، ان کا طرۂ امتیاز تو علومِ دینی تھا۔ مگر دنیاوی علوم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جس میں ایجاد وابداع کی حد تک، ان کے جواہر پارے، گوہرے آبدار کی طرح نہ چمکتے ہوں، افتا، جو خصوصی شغف تھا۔ لوگ پوچھتے تھے، فتویٰ کی فیس کیا ہے، یہ پوچھنا ان کے تن بدن میں آگ لگا دیتا تھا۔ فرماتے تھے، کمائی کا یہ صیغہ کن کوتاہ لوگوں نے نکالا ہے، خدا کی پناہ، یہاں فتویٰ فیس لے کر نہیں دیا جاتا، آئندہ ایسی بات پوچھنے کی جرأت ہرگز کوئی نہ کرے، یہ تو خدمت دین، خدمت خلق ہے۔ اجر اللہ عطا فرمائے گا۔ ڈاک خرچ بھی خود ہی لگاتے تھے۔ ایسا نہیں کہ دو چار فتوے ہوتے ہوں، اقطار ہند ہی نہیں، اکناف عالم سے سوالات کا ہجوم رہتا تھا، یہ تعداد کبھی کبھی چار چار سو، کبھی پانچ پانچ سو تک پہنچ جاتی تھی، اندازہ کیجیے، جوابات میں کتنا وقت، ڈاک ٹکٹ پر کتنا پیسہ خرچ ہوتا ہوگا، ایسا پیکر اخلاص مفتی، بے لوث دینی دانشور، بے مفاد خادم شرع، چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی شاید ملے۔

☆ عرفانِ ذات کا اتنا گہرا شعور تھا، لگتا ہے شکم مادر سے ہی لے کر پیدا ہوا ہو، ننھی عمر میں روزہ رکھا، یہ روزہ تادیبی تھا، تشریعی نہیں۔ دن ڈھلے کہا گیا، چھپ کر کچھ کھا پی لے، کوئی نہیں دیکھتا، جواب دیا، کوئی نہیں دیکھتا، ٹھیک ہے مگر خدا تو دیکھ رہا ہے۔ ارشاد حدیث میں عمل کے جس خلوص کو 'احسان' سے تعبیر کیا ہے، اس احسان کا ادراک ان کو اسی ننھی عمر میں حاصل ہو چکا تھا، بائیس برس کی عمر، جو عین شباب کی ہوتی ہے، اس عمر میں رحمت الٰہی کی ورودگاہ، معرفت الٰہی کی آماجگاہ، خانقاہِ عالم پناہ، مارہرہ مطہرہ پہنچا، والدِ کریم ہمراہ تھے، بیعت ہوتے ہی خلافت بھی پائے، خانقاہ کے حاضر باش ذرا چیں بجبیں ہوئے، تو خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول نے جواب دیا، یہ وہ طالب وسالک نہیں، جسے عبادت وریاضت، مجاہدہ ومراقبہ کی بھٹی میں تپایا جائے، بسط وقبض کا درس دیا جائے، اس کا دل پہلے ہی سے مجلیٰ ومصفیٰ ہے۔ اس کی ذات تپ تپا کر کندن بن چکی ہے، یہ شہادت کسی ایسے ویسے کی نہیں، سراج الہند شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد ارشد خاتم الاکابر کی ہے۔

بچپن، جوانی میں، تصوف وسلوک، جذب وکیف، لذت وسرشاری کا جب یہ عالم تھا، تو پھر کہولت، ادھیڑ عمر ضعف وپیری میں، کس عالم بالا کی وہ سیر کرتے رہے ہوں گے۔ مثل مشہور ہے '**من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**' یہ ہے ان کی شخصی گہرائی کی ایک جھلک۔

فنی گیرائی: تقسیم در تقسیم ہوتے ہوئے، علوم وفنون کی آج جتنی قسمیں بن گئی ہیں، پہلے اتنی قسمیں نہ تھیں، یہ تخصصات کا دور ہے۔ جو ایک شاخِ علم کا شہسوار ہوتا ہے، دوسری شاخ اس کی دسترس سے باہر ہوتی ہے، پہلے آدمی ہمہ داں ہفت خواں، ہر فن مولیٰ ہوتا تھا، کثیر علوم وفنون، شاخوں سمیت، تمام جڑیں مٹھی میں ہوتی تھیں، مابعد کے زمانہ میں یہ خصوصیات آپ اپنے رخصت ہو گئیں، اس علمی کساد بازاری میں، امام احمد رضا نے آنکھیں کھولیں، علوم وفنون کے میدان میں وہ فنی گیرائی حاصل کی کہ علوم وفنون کی ساری دنیا تماشائی بن کر رہ گئی، اس خداداد امتیاز کا اعتراف، ان کے حلیف اور حریف دونوں کو ہے۔ زیادہ نہیں، صرف تین ہی کتاب پڑھ لیجئے، صداقت کی آنکھ محسوس کیجیے، حقیقت کے رخِ تاباں کا نظارہ کیجیے، نام ہے فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ گویا دبستاں کھل گیا، امام احمد رضا: ارباب علم ودانش کی نظر میں۔

☆ علوم قرآن، علوم تفسیر، اصول تفسیر میں، ایک تو ان کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان ہے، دوسرے کئی رسالہ جات کئی دراسات اور بھی ہیں۔ کوئی رسالہ، کوئی دراسہ، اٹھا کر دیکھ لیجئے، پرانے علوم، پرانے افکار، پرانے اسالیب، پرانے مناہج ومناہیل، پرانے مطالب ومفاہیم کا وہ شافی چشمہ ملے گا جو کہیں اور نہیں ملے گا، اگر صحرا سر کرنے کی ہمت نہیں، تو ایک ہی دفعہ سہی، کنزالایمان دیکھ لیجئے، ایمان ہی تازہ ہو جائے گا، بہار آشنا ہو جائے گا۔ کنزالایمان کے معاصر دیگر تراجم بھی ہیں، یہ سب بھی دیکھئے، مثلاً مولانا محمود الحسن نے کیا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد نے کیا ہے، ڈپٹی نذیر احمد نے کیا ہے، اخیر میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے

کیا ہے۔ ان تراجم کو پڑھئے، پھر کنزالایمان سے موازنہ کیجیے، مگر جذبات سے نہیں، ٹھنڈے دل، نگاہِ انصاف سے کیجیے، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ یہ نہ کہیں رحمتِ الٰہی کی برسات میں بھیگ کر خاص توفیق خدا کی چھاؤں میں بیٹھ کر امام احمد رضا نے ترجمہ کیا ہے، شرعی اصول وادب کا لحاظ، مقامِ توحید ورسالت کا پاس، زبان وبیان کی نفاست، اسالیب ومناہج کی لطافت جو کنزالایمان میں ہے، مذکورہ معاصر تراجم اس وصف سے خالی ہیں، ازہر یونیورسٹی مصر کے استاذ اہلِ حدیث کے نامور عالم ڈاکٹر حسین الوائی جماعت اسلامی پاکستان کے سابق صدر مولانا کوثر نیازی نے جب مطالعہ کیا تو یہی ریمارک دیا جو چھپ چکا ہے۔

☆ علومِ حدیث، اصولِ حدیث میں ان کی پچاسوں کتابیں ہیں، پچاسوں رسالے ہیں۔ صحاح ستن، مسانید، معاجم، اطراف، امالی، مستدرکات، شروحات احادیث میں ارشاد حدیث کے جو مباحث تشریحات، نکات متفرق طور پر نظر آئیں گے، یہ تمام کچھ آپ ان کے یہاں یکجا پالیں گے۔ ارض الحدیث، حجاز اقدس کے علما، مشائخ، محدثین نے جب دیکھا، تو یہی کہا، اور تڑپ کر لکھ دیا، امام احمد رضا رأس المحدثین ہیں۔ جامع الاحادیث کی دس جلدیں، امام احمد رضا اور علم حدیث کی تین جلدیں پڑھنے میں زحمت ہو، تو آپ براہ راست ان کی کتاب 'الفضل الموہبی، منیر العین، الہادی الکاف، شمائل العنبر کا مطالعہ کر لیجیے، یقین ہو جائے گا، آنکھیں کھل جائیں گی، پھر آپ علمائے حرمین کے ہم زبان ہو جائیں گے۔ یارانِ حسد پیشہ کی باتوں پر دھیان نہ دیجیے، کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں، وقت نکال کر پڑھئے تو سہی، حقیقت کیا ہے، سراب کیا ہے، ذرا چھان پھٹک تو کیجیے۔ علوم فقہ، اصولِ فقہ یہ ان کا خاص میدان تھا۔ فتاویٰ کا مجموعہ 'العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ' جدید تیس جلدوں میں ہے۔ یہ ایک کتاب ہی نہیں، بحرِ ذخار کیا، بحر مواج کیا، لغت کا دامن تنگ ہے۔ ایسا کوئی لفظ ہی نہیں جو اس پر فٹ کیا جائے۔ یہ ایک فقہی انسائیکلو پیڈیا ہی نہیں، تمام قدیم وجدید انسائیکلو پیڈیا کا جامع بھی ہے، جس میں تمام نئے پرانے، مجموعۂ فتاویٰ کا رس تو ہے ہی، بہت کچھ وہ ہے جو فتاویٰ رضویہ ہی کا خاصہ ہے۔ جس نے بھی دیکھا دانتوں تلے انگلی دبا کر بیٹھا رہا۔ آج یہ تمام مکاتب فکر کے دارالافتا، تمام فقہی سیمینار کی ضرورت ہے۔ شدید مخالف کی جب گاڑی پھنستی ہے، تو برملا کہتے ہیں۔ اب، خان صاحب کو لاؤ یعنی فتاویٰ رضویہ دیکھو، یہاں ایک مثال بس ہوگی۔ خان پور بہاول پور پاکستان کے مفتی سراج احمد خان، گروہ دیوبند کے جید عالم وفقیہ مانے جاتے تھے، مسئلہ میراث پر کتاب لکھ رہے تھے، باب المناسخہ میں اٹک گئے، تمام دنیائے دیوبندیت کو چھان مارا، کہیں بھی حل نہ نکل سکا۔ امام احمد رضا سے رجوع کیا ذہن کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مفتی سراج احمد، نہ صرف علماً گرویدہ ہو گئے، بلکہ دیوبندیت سے تائب ہو کر اعتقاداً بھی فریفتہ ہو گئے۔

☆ فقہی روشن ضمیری: اس کا تو کئی صدیوں میں جواب ہی نہیں، چند نظائر ملاحظہ کیجیے: ۱۸۸۴ء میں علمائے دیوبند نے گائے کی قربانی ناجائز کہا تھا، امام احمد رضا نے جائز کہا تھا، شاہ اسماعیل دہلوی نے خدا کا جھوٹ بولنا ممکن لکھا تھا، جس کی تائید علمائے دیوبند نے ۱۸۹۰ء میں کی تھی۔ علامہ فضل حق خیرآبادی اور امام احمد رضا نے ناممکن بتایا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں حلقۂ دیوبند کے سرحلقہ، مولانا رشید احمد گنگوہی نے ڈاک خانہ کے نظام کو ناجائز لکھا تھا، امام احمد رضا نے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں مولانا گنگوہی نے عید میں معانقہ کو ناجائز بتایا تھا۔ امام احمد رضا نے جائز کہا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں مولانا نے کوا کھانا حلال لکھا تھا، امام احمد رضا نے حرام کہا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں مولانا گنگوہی نے نوٹ کو چیک بتایا تھا، امام احمد رضا نے ثمن اصطلاحی، مالِ متقوم کہا تھا۔ ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی نے چیک ہی کہا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں علمائے فرنگی محل، علمائے دیوبند نے مسجد کی وقف زمین پر، سڑک بنانے کا فتویٰ دیا تھا، امام احمد رضا نے نہ بنانے کا فتویٰ دیا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں حلقۂ دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے شاگرد مولانا حسن نظامی ثانی نے مشائخ کے لیے سجدۂ تعظیمی جائز کہا تھا، امام احمد رضا نے ناجائز لکھا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں علمائے دیوبند نے ہندوستان کو دارالحرب کہا تھا، دیوبند کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور بقول بعض امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد دارالحرب پر دھڑا دھڑ فتوے دے رہے تھے۔ دھواں دھار تقریریں کر رہے تھے، مگر اس طوفانی، ہیجانی حالات میں امام احمد رضا نے ہندوستان کو دارالاسلام کہا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں تمام علمائے دیوبند، زعمائے ملت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ڈیرا ڈالے بھوک ہڑتال پر بیٹھے تھے۔ یونیورسٹی بند کرنے کے لیے شدید احتجاج کر رہے تھے۔ یہ امام احمد رضا کی ذات تھی، جو اس شدید احتجاج کے خلاف زیادہ شدت سے احتجاج کی تھی۔ (بقیہ۔ص ۱۷۔ پر)

شب اسریٰ کا دولہا طائف میں

پیش کش: محمد سراج الدین نوری نعیمی

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ کی فضا دن بدن ناموافق ہوتی گئی لیکن آپ مایوس نہیں ہوئے بلکہ ایک عزم کے ساتھ ایک سوبیس میل دور طائف کو (جہاں قبیلۂ بنوثقیف جو زراعت پیشہ لوگ تھے) تبلیغی سرگرمیوں کے لیے منتخب فرمایا اس شہر کی فضا پر کیف پہاڑی سلسلہ باغات وچشموں کی بہتات تھی۔ رؤسائے مکہ نے بھی گرمی کے موسم میں گرمی سے بچنے کے لیے طائف میں مکانات بنائے ہوئے تھے رؤسا وہاں جاکر گرمیاں گزارتے، اہل طائف خوش حال ہونے کی وجہ سے تعلیم یافتہ بھی تھے، بڑے فصیل کی وجہ سے نام طائف پڑ گیا اگر چہ بعض تفاسیر میں یہ بھی ہے کہ اس پورے شہر کو بیت المقدس کے قریب فرشتوں نے اٹھایا اور بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگائے اور پھر اس کو مکہ کے قریب رکھ دیا گیا یہ عمل اس وقت کیا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ کر یہ دعا کی تھی۔ **وارزقهم من الثمرات** (سورہ ابراہیم) اے اللہ ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ بنوثقیف سے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری بھی تھی بعثت کے دسویں سال شوال المکرّم میں ابن اسحاق کے مطابق اکیلے اور طبقات کی روایت کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے، تمام قابل ذکر لوگوں کے پاس جاکر پیغام الٰہی پہنچایا۔ پورا مہینہ ان کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہے کسی ایک شخص کو بھی توفیق ہدایت نہ ملی آخر تین بڑے سردار جو آپس میں سگے بھائی بھی تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب۔ جو عمرو کے بیٹے تھے کے پاس باری باری تشریف لے گئے اور جب ان کو دعوت ہدایت دی تو ایک نے کہا۔ **وھو یمرط اثواب الکعبة ان کان اللہ ارسلہ** ۔ کہ اگر آپ کو اللہ نے نبی بنایا ہے تو میں کعبہ کا غلاف پارہ پارہ کردوں گا۔ معاذ اللہ! دوسرے نے یوں بدتمیزی کی: **اما وجد اللہ احدا یرسلہ غیرک**۔ کیا تیرے سوا اللہ کو کوئی اور نہ ملا جس کو وہ رسول بناتا۔ معاذ اللہ! اور تیسرے تکبر ورعونت کے پتلے نے تو انتہا کردی بولا: **واللہ لا اکلمک ابدا**. میں تجھ سے کلام ہی نہ کروں گا۔ اگر تو رسول ہے تو میں تجھ سے بات کرنے کے قابل نہیں اور رسول نہیں ہے تو تو اس قابل نہیں کہ تم سے بات کی جائے۔ چنانچہ سارا ماحول خلاف پاکر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے۔ **اذ فعلتم ما فعلتم فاکتموا علی**۔ جو ہو چکا ہو چکا یہ بات اپنے تک ہی رکھو اہل مکہ کو نہ بتانا (دشمن کا خوش ہونا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام نے شماتتِ اعدا سے پناہ مانگی) مگر وہ دشمن تھے انہوں نے خوب تشہیر کی اور کمینگی کے ساتھ آپ کو کہنے لگے **یا محمد اخرج من بلدنا**۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے شہر سے نکل جا تا کہ تیری باتیں سن کر ہمارے نوجوان اپنے دین سے بدظن نہ ہوجائیں اوباش جوانوں کو پیچھے لگا دیا آوازے کسنے اپنے بتوں کے نعرے لگا کر ہمارے آقا کو پریشان کرتے۔ سرکار علیہ السلام جس راہ سے گزرتے دونوں طرف لائن بنا کر کھڑے ہوجاتے اور جو قدم حضور زمین پر رکھتے تو ٹھاہ کر کے پتھر لگتا درد کی شدت سے بیٹھتے تو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے دیوار کے سائے میں کھڑے ہوتے تو دھکا دے کر آگے کر دیتے یہ سب کچھ دین کے لیے ہو رہا ہے کسی کرسی یا اقتدار کے لیے نہیں کیا ہم نے بھی دین کی خاطر کبھی کانٹے کی تکلیف بھی دیکھی ہے اگر نہیں تو اس سنت پر عمل کون کرے گا صرف حلوہ کھانا ہی سنت نہیں پتھر کھانا بھی سنت ہے۔ ہم میٹھی میٹھی سنتیں پسند کرتے ہیں، زید بن حارثہ بے کسی کے عالم میں کبھی حصار بنا لیتے ان کو بھی پتھر لگتے قریب ہی ایک باغیچہ تھا انگور کی بیل کے نیچے بیٹھ کر دو نفل ادا کیے (فرض نمازوں کی پرواہ نہ کرنے والو! شاید اس لیے کہ تمہیں دین مفت میں ملا ہے) دردوسوز سے دعا کی شکوہ نہیں کیا کہ یا اللہ! دیکھ تیرے دین کی خاطر کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے بلکہ

جوتمنا دعا بن کر نکلی اس سے عظمت مصطفیٰ نکھر کر سامنے آتی ہے۔

مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ
میری زندگی ہے تم سے کہیں تم بدل نہ جانا
تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ

دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: **اللھم انی اشکوا الیک ضعف قوتی وقلة حیلتی یاارحم الرا حمین انت رب المستفعیض وانت ربی الی من تکلی ان لم یکن بک علی عضب فلا احالی** . خط کشیدہ الفاظ ہزار بار پڑھو نیا لطف آئے گا اوپر والے دوشعر انہی لفظوں کا ترجمہ سمجھ لیں دعا طویل ہے صرف چند جملے برکۃً میں نے لکھ دیا ہے دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہم سبھی کو دین کا سچا پکا مبلغ بنائے آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم (ماخوذ: شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ۔)

☆☆☆

اسلام میں روحانیت رھبانیت نہیں، اتباع رسول کا نام ہے

ارشاد ربانی ہے: **لَقَدُ مَنَّ اللّٰهُ عَلٰی الُمُؤمِنِیُنَ اِذُ بَعَثَ فِیُهِمُ رَسُوُلاً مِّنُ اَنُفُسِهِمُ یَتُلُوا عَلَیُهِمُ آیاتِهٖ وَیُزَکِّیُهِمُ وَیُعَلِّمُهُمُ الُکِتَابَ وَالُحِکُمَةَ** (سورہ آل عمران ۳۔ آیت نمبر ۱۶۴)

بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر، ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر ان کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

تزکیہ سے مراد کفر وگمراہی، محرمات ومعاصی کا ارتکاب، ناپسندیدہ خصائل اور نفسانی تاریکیوں سے ظاہر وباطن کو صاف کرنا ہے۔ حکمت سے مراد سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہاں سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوگئی کہ رشد وہدایت کی بنیاد ان تین چیزوں پر ہے۔

(۱) تزکیہ قلب، تصفیہ باطن
(۲) تعلیمات الٰہیہ
(۳) تعلیمات مصطفیٰ

اسلام کا نظریہ روحانیت (جسے ہم تصوف سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں) دیگر ادیان و مذاہب سے قطعاً مختلف ہے۔ اسلام میں روحانیت رہبانیت نہیں، بلکہ معاشرتی زندگی میں احکام الٰہی اور فرمودات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع، عبادت وریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری، حقوق العباد کی ادائیگی اور اخلاقی ذمہ داریوں کے نبھانے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نظریۂ روحانیت میں دین ودنیا کی تقسیم نہیں۔ اسلام میں ایک ہی انسان جہانگیری اور جہاں بانی کے ساتھ احسان وتصوف وروحانیت کی اعلیٰ منزل تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

انسانی تاریخ پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ جس سماج یا ملکی نظام پر روحانیت کے بادل ابر کرم بن کے چھائے رہے ہیں وہاں دلوں کا سکون پیشانیوں سے صبح فروزاں کی طرح مسکراتا ہوا نظر آیا ہے اور غریب کی کٹیا سے لے کر شاہی محل تک امن وآشتی اور محبت ورواداری کی چادر تنی ہوئی نظر آئی ہے۔ اسلام کا نظریۂ روحانیت اس کا داعی ہے کہ انسان کا ظاہر بھی تابندہ ہو اور اس کا باطن بھی درخشاں ہو، اس کی دنیا بھی کامیاب ہو اور آخرت بھی بامراد ہو۔ اس سچائی سے کون انکار کرسکتا ہے کہ رہبانیت وجوگیت کا روپ دھار کر خاندانی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرکے کوئی سماج وملک وجود میں نہیں آسکتا اور نہ روحانی عظمتوں کا اعتراف کیے بغیر کوئی سماج وملک امن وترقی حاصل کرسکتا ہے۔ اقوام وملل کی تاریخ کے جس موڑ پر دین ودنیا اور روحانیت ومعاشرت کے درمیان گہری خلیج پیدا ہوئی ہے انسانیت بیچ چوراہے پر رسوا ہوئی ہے اور ترقی اور سکون کی جانب اٹھنے والے قدم تنزلی اور مایوسی کی ڈگر پر آپڑے ہیں۔ (الاحسان ص ۲۵۳/۲۵۴، کتابی سلسلہ ۲ تحریر علامہ مبارک حسین مصباحی، چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور)

❁......❁

رسول کونین کی جسمانی معراج مقدس

از: غلام مصطفیٰ قادری رضوی

خالقِ کائنات جل وعلا نے اپنے سب نبیوں اور رسولوں کو معجزات سے نوازا۔ ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا ہر رسول معجزہ لے کر آئے اور کیوں نہ ہو کہ معجزات دلائلِ نبوت ہوتے ہیں ان معجزات کی وجہ سے بھی انبیا و مرسلین سے لوگوں کی عقیدت و محبت میں اضافہ ہوا اور لوگ ان سے قریب ہوتے رہے۔ ہر نبی و رسول کو الگ الگ معجزہ سے نوازا گیا مگر تاجدار کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا گیا۔

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات میں بے مثال ہیں اسی طرح آپ کے محاسن و کمالات اور معجزات و اعجازات بھی اپنی مثال آپ ہیں اور تعداد کے لحاظ سے بھی زیادہ ہیں۔ کس کس معجزہ کو قید تحریر میں لایا جائے ہر معجزہ کا بیان دفتر طلب ہے۔ ان کے ماننے چاہنے والوں نے ان کے معجزات کو مانا اور عقیدتوں کے چراغ میں اضافہ کیا مگر عقل و فکر سلیم سے عاری کچھ افراد معجزات کے بارے میں بھی کشمکش کا شکار ہوگئے اور اپنی عقل پرستی میں اوندھے ہوگئے۔ ان کا کہنا ہے کہ معجزات خلاف عقل ہیں ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ کائنات کا یہ نظام اس میں بے عدیل ارتباط اور موزونیت بے مثل ترتیب یکسانیت اس امر پر شاہد و عادل ہے کہ یہ نظام چند قوانین اور ضوابط کے مطابق عمل پیرا ہے جنہیں قوانین فطرت (Laws of Nature) کہا جاتا ہے اور فطرت کے قوانین اٹل ہیں ان میں ردوبدل ممکن نہیں ورنہ نظام کائنات سارے کا سارا درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے عقل معجزات کو تسلیم نہیں کرتی تو اس سلسلے میں عرض اور گزارش یہ ہے کہ علمائے اسلام نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے وہ یہ نہیں کہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو قوانین فطرت کے خلاف ہو اور قدرت سے برسر پیکار ہو بلکہ معجزہ کی صحیح تعریف یہ ہے۔

الاتیان بامر خارق العادۃ لقصد بہ بیان صدق من ادعی انہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام. ''یعنی مدعی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کسی ایسے امر کا ظہور پذیر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اسے معجزہ کہتے ہیں'' (ضیاء القرآن ۲/۶۲۹)

سرسید جیسے لوگ عقل کو سب کچھ سمجھنے والے ان نظریات پر عمل پیرا تھے جو خلاف شرع تھے اور اپنی فکر خام کا خوب خوب اظہار کرتے تھے خدائے قدیر و جبار ان کے ماننے والوں کو ہدایت سے نوازتے۔ ہمارا تو رب قدیر کی ذات پر ایمان اور بھروسہ ہے اسے قادر و قیوم تسلیم کرتے ہیں اس کے حکم اور اذن سے ہر کام ہوتا ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ معجزات بھی حق و صادق ہیں جو صحیح اور قابل وثوق ذرائع سے ثابت ہو چکے ہیں۔

تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر اہل سیر و تواریخ نے سیکڑوں کتابیں لکھیں اور خوش اسلوبی سے انہیں بیان کیا، علمائے محدثین نے اپنے علم کے مطابق آپ کے معجزات رقم فرمائے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان نے الخصائص الکبریٰ لکھی۔ جس میں اہل علم کے بقول ایک ہزار معجزات مندرج ہیں۔ اور علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی ''حجۃ اللہ علی العالمین'' بھی اس سلسلے میں بہت اہم ہے۔

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے کسی اور کو یہ معجزہ نہیں عطا فرمایا گیا۔ قرآن و احادیث میں اس عنایت ربانی یعنی معجزۂ معراج کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس کا غور و فکر سے مطالعہ کرنے کے بعد عقل سلیم کو اس کے حق و صادق ہونے کا یقین کرنا ہی پڑے گا۔

حضرت پیر کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں:

''واقعۂ معراج کی اہمیت صرف اسی قدر نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین و آسمان بلکہ ان سے بھی ماورا اپنی قدرت و کبریائی کی آیات بینات کا مشاہدہ کرایا بلکہ اس میں ستم رسیدہ اہل اسلام کے لیے بھی مژدہ ہے کہ شب غم اب سحر

آشنا ہونے والی ہے تمہارا آفتاب اقبال بھی طلوع ہوا چاہتا ہے۔ شرق وغرب میں تمہاری سطوت کا ڈنکا بجے گا لیکن مسندِ اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پروردگار کو فراموش نہ کرنا اس کی یاد اور اس کے ذکر میں غفلت سے کام نہ لینا اور اگر تم نے نشۂ حکومت سے بدمست ہو کر نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کی تو پھر ان کے ہولناک نتائج سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا۔(ضیاء القرآن ۲/۶۴۳)

واقعہ معراج کو علمائے کرام نے قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کی روشنی میں بڑے حسین پیرایۂ بیان میں اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے جس کا مطالعہ عشق وعقیدت میں یقیناً اضافے کا باعث ہوگا یہاں واقعہ معراج بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اس عظیم الشان معجزہ اور بے پایاں عنایات ونوازشات الٰہی سے رب قدیر نے اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مالا مال کیا ہے ان پر منکرین فضائل رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العظیم

الحمدللہ! ہمارا عقیدہ مسلمہ ہے کہ تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس معراج کا شرف حاصل ہوا اور جو جو خصوصیات اور عنایات آپ کو اس موقع پر عطا فرمائی گئیں اور جن جن مناظر کا آپ نے مشاہدہ ونظارا فرمایا یہ سب بحالت بیداری ہوا جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے تشریف لائے اور اس فضل ربی اور عنایت الٰہی کا اظہار فرمایا تو وہ لوگ جو نور ایمان سے مالا مال اور عقیدت والفت سے خاص حصہ پائے ہوئے تھے انہوں نے بلا چوں وچرا اس کی تصدیق کی اور مان لیا کہ جب صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان بول رہی ہے تو پھر حقیقت ہی ہے کہ ؎

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

مگر جو دل نور ایمان سے خالی تھے انہوں نے داعیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا انہوں نے اس واقعہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور یہ تو ہر دور میں ہوتا چلا آیا ہے کہ عقل کوتاہ اندیش ایسے مواقع پر اپنی محرومی قسمت کا مظاہرہ کرتی ہے کچھ ایسا یہاں بھی ہوا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے سر تسلیم خم ہی نہیں کیا بلکہ خوشی ومسرت کا بھی خوب اظہار کیا اور ابوجہل جیسے شقی القلب کے سامنے معراج کی بات کی گئی تو اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ ع

باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

واقعۂ معراج کا کچھ لوگوں نے سرے سے ہی انکار کر دیا اور کچھ افراد نے اسے مان تو لیا مگر اسے محض خواب کا واقعہ اور قصہ تک مانا اور کہہ گئے کہ یہ سب کچھ عالم خواب میں ہوا جسمانی طور پر آپ کہیں بھی نہیں گئے اپنے اس مختصر سے مضمون میں اسی مسئلہ پر گفتگو کرنی ہے کہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف روحانی ہی نہیں بلکہ جسمانی معراج بحالت بیداری حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے مخلص علما ودُعاۃ حق وہدایت کے ایک گروہ کو اس کی توفیق بخشی کہ وہ اسلامی روایات کے امین بن کر اپنے آپ کو ازالۂ شبہات وردِ شکوک کے لیے وقف کر چکے ہیں جو پوری طرح کوشش وتگ ودو کر کے مخالفین کے بے سروپا اعتراضات کی قلعی کھول کر ان کے پرخچے بکھیرتے رہتے ہیں اور ناقابل تردید براہین ودلائل سے مخالف کو دنداں شکن جوابات دیتے ہیں۔ معراج جسمانی پر بھی ان مخلصین اور صالحین کی کتب کے ذخیرے آج ہمارے سامنے ہیں اگر ان کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو حقیقتوں کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ آیئے ارشاد ربانی ملاحظہ کریں جو واقعہ معراج کے بیان پر مشتمل ہے۔ **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ۔**

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ ''اس آیت میں جسمانی معراج کا ذکر ہے جو نبوت کے گیارہویں سال ۶۲۱ء میں ۲۷ ویں رجب پیر کی آخری رات بیداری کی حالت میں ہوئی۔ خواب کی معراجیں اس سے پہلے اور بہت سی ہوئیں اس جسمانی معراج میں نماز پنج گانہ فرض ہوئی کیوں کہ عبد جسم اور روح دونوں کو کہتے ہیں نیز فقط خواب کی معراج پر کفار اتنا شور نہ مچاتے۔'' (تفسیر نور العرفان)

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ عالم خواب کا واقعہ ہے اور ثبوت میں یہ آیت کریمہ ''**وما جعلنا الرء یا التی ارینک الا فتنۃ للناس**'' پیش کرتے ہیں کہ یہاں خواب کا لفظ ہے تو پھر مطلب یہی ہوگا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

اس آیت کا تعلق معراج سے ہے ہی نہیں بلکہ کسی دوسرے خواب سے ہے اور اگر اس پر ہی اصرار ہو کہ اس آیت میں معراج کا

ہی ذکر ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصریح کے بعد کوئی التباس نہیں رہتا آپ نے فرمایا: یہاں رؤیا سے مراد عالم بیداری میں آنکھوں سے دیکھنا ہے۔

قال ابن عباس هي رؤيا عين اريها رسول الله صلى الله عليه وسلم. علامہ ابن عربی اندلسی نے احکام القرآن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول بھی نقل کیا ہے: ولو كانت رؤيا منام ما افتتن بها احد ولا انكرها فانه لايستعد على احد ان يرىٰ نفسه يخترق السموات ويجلس علىٰ الكرسي ويكلمه الرب۔"

یعنی اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا اور اس کا انکار نہ کرتا کیوں کہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمان کو چیرتا ہوا جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے گفتگو فرمائی تو ایسے خواب کو کبھی مستبعد اور خلاف عقل قرار دے کر اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ (احکام القرآن بحوالہ ضیاء القرآن ۲/۶۲۷)

علامہ طیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بخاری اور ترمذی کی روایتیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں انہیں ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وما جعلنا الرء يا التي اريناک الا فتنة للناس ۔ اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو یعنی آپ کو حالت بیداری میں معراج کرا کے لوگوں کے لیے آزمائش بنایا کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون نہیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ قال شئی اریه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی الیقظة رواه بعینه. نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو چیز دکھائی گئی وہ بیداری میں یعنی جاگتے میں جسے آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ بات بھی واضح ہے کہ واقعۂ معراج کو سن کر قریش نے انکار کیا تھا اور العیاذ باللہ کچھ لوگ مرتد بھی ہو گئے تھے۔ (بحوالہ تذکرۃ الانبیاء ص: ۵۸۳، ۵۸۴)

اور استاد محترم حضرت اورنگ زیب عالمگیر علامہ احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الاصح انه كان في اليقظة وكان بجسده مع روحه وعليه اهل السنة والجماعة فمن قال بالروح فقط او في النوم فهو مبتدع ضال مضل فاسق. یعنی صحیح یہ ہے کہ معراج بحالت بیداری جسم اطہر کے ساتھ ہوئی اہل سنت و جماعت کا یہی مسلک ہے تو جس نے کہا کہ معراج صرف روح کے ساتھ ہوئی یا صرف خواب میں ہوئی تو وہ بد دین، گمراہ، گمراہ گر اور فاسق ہے۔

(تفسیرات احمدیہ ص: ۳۳۰ بحوالہ معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

اور مرقاۃ شریف مشکوٰۃ شریف میں فرمایا گیا ہے:

وانما ينكر اذا كانت في اليقظة فان الرؤيا لاينكر منها.

انکار کی ضرورت ہی اس وقت درپیش آئی جب کہ واقعہ بیداری کا تھا اگر خواب کا معاملہ ہوتا تو کسی کو انکار کی ضرورت ہی کیا تھی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۱/۱۳۹)

اور عاشق مصطفیٰ حضرت علامہ قاضی محمد عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ" صلی اللہ علیہ وسلم میں اس مسئلہ مسلمہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ذهب معظم السلف والمسلمين الى انه اسراء بالجسد وفي اليقظة وهٰذا هو الحق وهو قول ابن عباس وجابر وانس وحذيفة وعمر وابى هريرة ومالک بن معصعة وابى حبه البدرى وابن مسعود والضحاک وسعيد بن جبير وقتادة وابن المسيب وانت شهاب وابن زيد والحسن وابراهيم ومسروق ومجاهد وعكرمة وابن جريح وهو دليل قول عائشة رضى الله عنها اجمعين وهو قول الطبرى وابن حنبل وجماعة عظيمة من المسلمين وهو قول اكثر المتاخرين من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين والمفسرين۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (عربی) صفحہ ۱۸۸/ مطبوعہ پوربندر)

حضرت قاضی صاحب کے مذکورہ کلمات طیبات بھی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی اور حالت بیداری کا تھا۔

صاحب سراج منیر فرماتے ہیں:

ومما يدل علىٰ انه بجسده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قوله اسرىٰ بعبده ولفظ العبد عبارة عن مجموع الروح والجسد۔ (سراج منیر ۲/۲۷۷)

رب تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اسریٰ بعبدہ جو اس پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بیداری کا تھا اور آپ کو جسمانی طور پر معراج ہوئی کیوں کہ عبد روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو اسریٰ بروح عبدہ کہا جاتا۔ کیوں کہ عمدۃ القادری میں بھی اس دلیل کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں علامہ رازی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی ذکر کیا ہے۔

خواب کا واقعہ بیان کرنے والے ایک روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں: عن معاویة انه سئل عن المعراج فقال كانت رؤيا صالحة.

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ رُویا صالحہ تھا۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ رُویا سے مراد رؤیا بالعین ہے یعنی آنکھ سے دیکھنا، بنیادی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ رؤیا خواب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں بھی۔ جب دوسری روایات سے واضح ہے کہ رؤیا بمعنی آنکھ سے دیکھنا یہاں مراد ہے تو خواب والا معنی لینا کسی طرح درست نہیں۔

دوسری روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے: مافقد جسد محمد صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم معراج کی رات گم نہیں پایا گیا۔

اگر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے مراد یہ لیا ہے کہ میں نے آپ کے جسم کو گم نہیں پایا تو یہ خواب کا ہے لیکن خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ معراج ہوئی، یہ خواب والے معراج کا واقعہ ذکر ہوگا کیوں کہ جاگتے ہوئے معراج مکہ مکرمہ میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں مدینہ طیبہ میں آئیں اور اگر مطلقاً آپ نے واقعہ کو ذکر کیا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا جسم روح سے گم نہیں تھا اور روح سے جدا نہیں تھا بلکہ روح اور جسم کے ساتھ معراج ہوئی یہ معنی لیا جائے تو دوسری روایات کے ساتھ تطبیق ہو سکتی ہے۔ (تذکرۃ الانبیاء ص:۵۸۴)

اسلام کو ہر دور میں اعدا ومخالفین سے نبرد آزما ہونا پڑا ہے جو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اپنی کوشش اور سازش کو کامیاب بنانے کے لیے طرح طرح کے گمراہ کن نظریات اور جھوٹے پروپیگنڈوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ سر سید خاں نے بھی مسلمان ہونے کے ٹائٹل کے ساتھ اسلام ونظریات اسلام پر اپنی گندی زبان وقلم سے خوب کیچڑ اچھالا ہے اور جہاں ان کے قلم سے ملت اسلامیہ کے سیکڑوں مسلمات مجروح ہو چکے ہیں وہیں انہوں نے عقیدۂ معراج پر بھی ایک جگہ قلم کی تلوار اٹھائی ہے اور بڑی شد ومد کے ساتھ معراج کو خواب ثابت کیا ہے مقالات سر سید کا مطالعہ کرنے سے ان کے قلم کا طغیان ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ معراج سے متعلق جو احادیث مروی ہیں ایک دوسرے سے اس قدر متضاد اور متناقض ہیں کہ صراحۃً ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں اور اپنی صحت واعتبار کو کھو دیتی ہیں۔ (مقالات سر سید صفحہ ۶۲۷، بحوالہ ضیاء القرآن)

ضیاے ملت فرماتے ہیں کہ

ان (سر سید) کا مقالہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین اور عیسائی مؤرخین کے اعتراضات سے گھبرائے ہوئے ہیں اور ان کے زہر میں بجھے ہوئے طعن وتشنیع کے تیروں سے اسلام کو ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں خواہ اس کوشش میں اسلام کا حلیہ ہی کیوں نہ بگڑ جائے اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عقیدہ ہی کیوں نہ متزلزل ہو جائے آپ اس جذبہ کے اخلاص کی تعریف کر سکتے ہیں۔ لیکن عواقب ونتائج کے لحاظ سے آپ اس کی تحسین نہیں کر سکتے۔ کیا معراج کا انکار کر کے آپ نے کسی کو حلقہ بگوش اسلام بنا لیا ہے؟ کیا آپ کی معذرت خواہی کو انہوں نے قبول کر کے پیش کردہ ماڈرن اسلام پر اظہار ناراضگی چھوڑ دیا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر اس محنت کا کیا حاصل، بجز اس کے کہ ان صحیح واقعات کا انکار کر کے اپنے تمام علمی ورثہ کو مشکوک اور مشتبہ کر دیا جائے۔ (ضیاء القرآن ۲/۶۲۸)

ان مختصر کلمات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ واقعہ معراج عالم خواب کا نہیں بلکہ عین بیداری کے عالم میں ہوا تھا اور آپ کو معراج روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی تھی آخر میں حضرت شیخ محقق سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان مبارک جملوں پر اپنا مضمون ختم کر رہا ہوں۔ فرماتے ہیں:

''مذہب صحیح یہی ہے کہ وجود اسریٰ ومعراج سب کچھ بحالت بیداری اور جسم کے ساتھ صحابہ تابعین اور اتباع کے مشاہیر علما اور ان کے بعد محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب اسی پر ہے اس پر احادیث صحیحہ اور اخبار متواتر ہیں۔ (مدارج النبوۃ ۱/۲۸۷)

اُفقِ علم وولایت کا درخشاں ستارہ

خاتونِ اہل بیت سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا

از: فضہ حسین قادری

تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے زہد وورع، تقویٰ و پاکیزگی، عبادت و ریاضت اور مخلوق خدا کی خدمت کے ذریعہ اللہ رب العزت کا قرب حاصل کیا، اور سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی ان ہستیوں پر تاریخ نازاں ہے اور ان کی سیرت انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو مراتبِ ولایت پر فائز شخصیات میں اکثریت مردوں کی ہے، لیکن تاریخ میں بے شمار نام ان خواتین کے بھی ہیں کہ جنہوں نے اپنی عائلی زندگی کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ سلوک وتصوف اور طریق ولایت پر ایسے ایسے سنگِ میل رقم کیے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ اس صف میں جہاں ازواج مطہرات، صحابیات، اہل بیت اطہار کی عظیم المرتبت شہزادیاں جلوہ افروز ہیں وہاں ایک ایسی عظیم المرتبت ہستی بھی اُفق ولایت پر درخشاں ہے جس سے بیک وقت سلوک وتصوف اور علوم وفنون کا فیض جاری ہوا اور تاریخ اسلام میں کئی صوفیا اور ائمہ کرام نے اپنے دامن کو ان کے فیوض سے معطر کیا۔ اس ہستی کو تاریخ اسلام نفیسۃ العلم والمعرفۃ رضی اللہ عنہا کے خطاب سے یاد کرتی ہے۔ اس تحریر کا مقصود انہی کے ذکر سے اپنے قلوب واذہان کو منور کرنا ہے۔

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا بنت سید حسن الانور رضی اللہ عنہ ہے۔ سید حسن الانور سید زید الابلج کے صاحبزادے اور امام حسن بن علی کے پوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سیدہ نفیسہ امام حسن کی پڑ پوتی ہیں۔ (الدرر النفیسۃ)

ولادت باسعادت اور ابتدائی زندگی

حضرت سیدہ نفیسہ مکہ مکرمہ میں ۱۱ ربیع الاوّل ۱۴۵ھ کو بروز بدھ حسن الانوار اور حضرت اُم سلمہ زینب کے گھر پیدا ہوئیں۔ آپ کی عمر مبارک ابھی پانچ سال تھی جب آپ کے والد گرامی کو مدینہ منورہ کا امیر بنا دیا گیا اور آپ کے خاندان نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ساتھ امام دارُالہجرت امام مالک بن انس اصبحی سے حدیث اور فقہ کا علم بھی حاصل کرتی رہیں۔ نیز مسجد نبوی میں ہونے والی علمی وفقہی مجالس میں شرکت کرتیں اور ان علوم میں تبحر حاصل کیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت حسن الانور کا معمول تھا کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے بعد اپنی کم سن صاحبزادی سیدہ نفیسہ کو روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ حاضری دلوانے کے لیے لے جاتے اور وہاں تاجدار کائنات کی بارگاہ میں عرض کناں ہوتے۔ ''یارسول اللہ! میں اپنی اس بیٹی نفیسہ سے راضی ہوں'' یہ کہہ کر آپ واپس پلٹ آتے۔ ایک روز تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن الانور کو خواب میں شرفِ زیارت بخشا اور فرمایا: **یا حسن، انی راض عن ابنتک نفیسہ رضاک عنھا، والحق سبحانہ وتعالیٰ راض عنھا برضای عنھا** (اے حسن! میں بھی تیری بیٹی نفیسہ سے راضی ہوں اور میرا رب بھی اس سے راضی ہے۔) (الجواہر النفیسۃ: ۵، اہل البیت: ۵۳)

سیدہ نفیسہ کی شادی اور اولاد مبارک

سیدہ نفیسہ کا نکاح تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود مقرر فرمایا۔ امام جعفر الصادق کے صاحبزادے حضرت اسحاق المؤتمن نے حضرت حسن الانور کے سامنے سیدہ نفیسہ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت اسحاق المؤتمن تاجدار کائنات کی بارگاہ میں عرض کناں ہوئے: ''یارسول اللہ! میں نے یہ خواہش صرف اس لیے کی ہے کہ کیوں کہ سیدہ نفیسہ تقویٰ، حیا، خدمتِ خلق، زہد وورع، اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ ہیں اور کلامِ الٰہی کی حافظہ اور مفسرہ بھی ہیں۔'' یہ عرض کرنے کے بعد آپ

واپس لوٹ آئے۔ اگلی ہی رات تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن الانور کو خواب میں شرف زیارت بخشا اور فرمایا: اے حسن! نفیسہ کی نسبت اسحاق المؤتمن سے کر دو۔ (الجواہر النفیسۃ)

اور یوں آپ کا نکاح بروز جمعہ ۵/رجب ۱۶۱ھ میں ہوا۔ حضرت اسحاق المؤتمن اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے اور کئی ائمہ نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ آپ کی زیارت سے مستفید ہونے والے لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ آپ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحبزادہ سید قاسم اور ایک صاحبزادی سیدہ ام کلثوم عطا فرمائی۔ (مرشد الزوار: ۱۶۱)

عبادت وریاضت

سیدہ نفیسہ کا قلبِ اطہر ذوق عبادت، محبت الٰہی، نور ایمان، صدق ویقین سے معمور تھا۔ عبادت، علم وعمل، طلب معرفت، رضائے حق اور اطاعت رسولِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ آپ کی بھتیجی سیدہ زینب بنت سید یحیٰ فرماتی ہیں: میری پھوپھی جان بہت پرہیزگار اور متقی خاتون تھیں۔ میں چالیس سال آپ کی خدمت میں رہی ہوں اور اس عرصے میں میں نے انہیں کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ آپ تین دن میں فقط ایک بار کھانا تناول فرماتی تھیں۔

امام شرف الدین بوصیری سیدہ نفیسہ کی شان میں اس طرح لب کشا ہیں:

عرش الحقائق مهبط الاسرار
قبر نفيسة بنت ذى الانوار
عرش کے حقائق سے گرتے ہیں جو اسرار
قبرِ نفیسہ پر، جو ہیں بنت ذی الانوار
حسن بن زيد بن الحسن نجل الامام
على ابن عم المصطفى المختار
حسن بن زید بن الحسن ہیں بیٹے امام علی کے
وہ ہیں بیٹے مصطفیٰ مختار کے چچا کے

حضرت سیدہ نفیسہ نے زندگی میں تین مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور اکثر حج انہوں نے پیدل چل کر ادا کیے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ عالمِ ضعف میں بھی ایسی مشقت پر مداومت کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: امام حسین فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے شرم آتی ہے اگر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کے لیے پیدل چل کے بھی نہ جاسکوں۔ بس میں انہی کی سنت پر عمل پیرا رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔

حضرت سیدہ نفیسہ کی بھتیجی سیدہ زینب بنت سید یحیٰ فرماتی ہیں کہ سیدہ نفیسہ نے اپنی قبر مبارک خود تیار فرمائی اور اس میں چھ ہزار مرتبہ ختم قرآن فرمایا۔ آپ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کیا کرتیں اور اس معمول کو آپ نے تادم مرگ جاری رکھا۔ آپ نے کئی نمازیں اپنی قبر مبارک میں ادا کیں اور آپ نے ساری زندگی روزہ کی حالت میں گزاری (سوائے عید اور تشریق کے دنوں میں) (The light of Ahl-ul-Baiby Metawalli al-sha rawi)

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے قلبی تعلق اور زیارت

سیدہ نفیسہ کے بارے میں سیدہ زینب فرماتی تھیں: سیدہ نفیسہ قرآن مجید کی حافظہ، مفسرہ اور ایک عظیم شاعرہ تھیں۔ ہمیشہ دورانِ تلاوت قرآن آپ کی آنکھیں اشک بار رہتیں اور آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتیں: میرے اللہ! میرے مالک میرے لیے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی زیارت آسان فرما، اس لیے کہ تو جانتا ہے کہ وہ ابوالانبیاء ہیں اور میرے جدامجد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی جد ہیں۔ (الدرر النفیسۃ: ۴۱)

سیدہ نفیسہ جب مصر کے لیے سفر پر روانہ ہوئیں تو راستہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزارِ اقدس پر فلسطین میں حاضر ہوئیں۔ وہاں دیر تک سورۂ ابراہیم کی تلاوت کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کناں ہوئیں: اے میرے جد اعلیٰ! میں آپ کی بارگاہ میں آج جسم وروح کے ساتھ حاضر ہوئی ہوں جب کہ اس سے پہلے فقط میری روح آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی تھی۔ آج مجھے حالتِ بیداری میں اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: یا ابنتی! يا نفيسة! ابشرى فانك من الصالحات القانتات. انى اوصيك بان تقرى سورة المزمل۔ (اے میری بیٹی! اے نفیسہ! تجھے بشارت ہو کہ بے شک تو صالحات اور بارگاہِ الٰہی میں مؤدب ہستیوں میں سے ہے۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ سورۃ المزمل کثرت سے پڑھا کر۔) پھر سیدہ نفیسہ نے عرض کیا: یا جدالاکبر! میری تمنا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو اور وہ مجھ سے راضی

ہوجائے،اس کے بعد میری کوئی تمنا نہیں۔ اس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بیٹی! تجھے مبارک ہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کرلی اور وہ تجھ سے راضی ہوگیا اور میں تجھے عالم ارواح میں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن نہیں بھلاؤں گا۔ (اہل البیت :ص:۵۴،السیدۃ نفیسۃ :۶۰۔۶۲)

مصر کی طرف ہجرت

جب عباسی خلیفہ منصور کا دور آیا تو اس نے بلا وجہ حضرت سیدہ نفیسہ کے والدِ گرامی کو قید کیا اور آپ کے خاندان کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے اپنے شوہر حضرت اسحاق المؤتمن اور بچوں، سید قاسم اور سیدہ اُم کلثوم، کے ہمراہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مصر کی جانب ہجرت فرمائی۔ بلادِ شام سے ہوتی ہوئیں ہفتہ کے روز ۲۶ر رمضان المبارک ۱۹۳ھ کو مصر پہنچیں۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۴۸ سال تھی۔ آپ کی آمد سے قبل ہی سرزمین مصر آپ کی عظمت وولایت اور علم ومعرفت کے چرچے ہو چکے تھے۔ اسی لیے جب آپ مصر پہنچیں تو اہل مصر نے آپ کا عظیم الشان استقبال کیا جو کہ اہل مصر کا اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ (الدرر النفیسۃ :۴۳)

کرامات

حضرت سیدہ نفیسہ اپنے دور کی باکرامت ولیہ کاملہ تھیں اور اہل حجاز ومصر ہمیشہ ان کی کرامات پر گواہ رہے۔ آپ سے ایسی بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں جن کا چرچا نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں میں بھی ہونے لگا۔ ایک جم غفیر حاجت روائی کی غرض سے آپ کی چوکھٹ پر موجود رہتا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی عورت اپنی ٹانگوں سے مفلوج بیٹی کو آپ کی خدمت میں چھوڑ کر کسی کام سے چلی گئی۔ اس وقت سیدہ نفیسہ وضو فرمارہی تھیں۔ جب وضو والے پانی کے چند قطرے اس لڑکی کی مفلوج ٹانگوں پر گرے تو اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ کچھ ہی دیر میں اس لڑکی کو محسوس ہوا کہ اس کی ٹانگوں میں زندگی لوٹ آئی ہے اور وہ شفایاب ہوگئی۔ جب اس کی والدہ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کرلیا اور اسی واقعہ کی وجہ سے اس یہودی عورت کا پورا خاندان دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ جہاں سیدہ نفیسہ کے جسمِ اطہر سے مس ہونے والے پانی کے قطروں نے مردہ ٹانگوں کو زندگی بخشی وہاں اس واقعہ کی شہرت نے سینکڑوں دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور بھی کیا۔

آپ کے وسیلے سے ستر یہودی گھرانے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مؤرخین نے آپ کی ۱۵۰ر نمایاں کرامات کا ذکر کیا ہے جن کو شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے مرتب فرمایا ہے۔ (الدرر النفیسۃ : ۸۹) (The light of Ahl-ul-Baitby Metawalli al-Shal rawi)

علمی مقام ومرتبہ

آپ سے سلوک وتصوف اور علوم وفنون کا فیض بیک وقت جاری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن ادریس شافعی اور حضرت ذوالنون مصری جیسی عظیم المرتبت ہستیاں آپ سے اکتساب فیض کرتی رہیں۔ امام شافعی آپ سے علم حدیث وفقہ حاصل کرتے رہے۔ امام شافعی کا معمول تھا کہ جب آپ علیل ہوتے تو سیدہ نفیسہ کی خدمت میں دعا کے لیے درخواست بھیجا کرتے اور اس سے پہلے کہ پیغام بر واپس لوٹتا، اللہ رب العزت آپ کو شفایاب فرما دیا کرتا۔ جب امام شافعی اپنی مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ نے معمول کے مطابق ایک شاگرد کو دعا کی غرض سے سیدہ نفیسہ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس شاگرد کو اس پیغام کے ساتھ واپس بھیج دیا: **احسن الله لقائه و متعه بالنظر الیٰ وجهه الكريم** (اللہ تعالیٰ کی ملاقات بہت خوب ہے اور اس کی طرف توجہ کرنا بہت نفع بخش ہے) یہ پیغام سنتے ہی امام شافعی سمجھ گئے کہ ان کا آخری وقت آپہنچا ہے تو آپ نے اپنے تلامذہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد سیدہ نفیسہ میرے جنازے میں ضرور شرکت کریں۔ جب امام شافعی کا وصال ہوا تو امیر مصر ابن الحکم نے کہا کہ امام شافعی کا جنازہ سیدہ نفیسہ کی بارگاہ میں لے جایا جائے کیوں کہ آپ کثرت عبادت اور روزے کی وجہ سے کافی علیل ہوچکی ہیں۔ اس پر امام شافعی کا جنازہ سیدہ نفیسہ کے گھر پر لے جایا گیا جہاں سیدہ نفیسہ نے اپنے حجرے میں باپردہ امام شافعی کا جنازہ امام یعقوب البویطی کی اقتدا میں ادا فرمایا۔ امام البویطی حضرت امام شافعی کے عظیم ساتھیوں میں سے تھے۔ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد جنازے میں شریک صالحین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا: **ان الله غفر لمن صلى على الشافعي بالشافعي، وغفر للشافعي**

بصلاۃ السیدۃ نفیسہ علیہ (بے شک اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کے صدقے ہر اس شخص کی مغفرت فرمادی ہے جس نے امام شافعی کا جنازہ پڑھا، اور سیدہ نفیسہ کی امام شافعی پر نماز جنازہ پڑھنے کے صدقے ان کی مغفرت فرمادی ہے۔ (الدرر النفیسۃ من مناقب و مآثر السیدۃ نفیسۃ: ۴۰، ۴۱)

اسی طرح حضرت ذوالنون مصری کا سیدہ نفیسہ سے تعلقِ ارادت بھی کافی قوی تھا اور آپ کا یہ فرمان تھا کہ اس زمانے میں سیدہ نفیسہ سے بڑھ کر مستجاب الدعوات اور کوئی ہستی نہیں ہے۔ (الجواہر النفیسۃ، الدرر النفیسۃ من مناقب و مآثر السیدۃ نفیسۃ: ۱۰۶، ۱۰۹)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدہ نفیسہ بیک وقت عالمہ وفاضلہ اور ولیہ کاملہ تھیں اور دونوں میدانوں کے شہسوار آپ سے رُشد وہدایت اور اکتسابِ فیض کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

نفیسۃ الدارین کا وصال مبارک

آپ کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو آپ روزے سے تھیں۔ طبیبوں نے آپ سے عرض کیا کہ روزہ افطار فرمالیجیے، اس پر سیدہ نے فرمایا: تعجب ہے، مجھے تیس سال ہوگئے ہیں اپنے رب سے یہ دعا مانگتے ہوئے کہ مجھے روزے کی حالت میں موت دینا، اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں روزہ افطار کرلوں! اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

اصرفوا عنی طبیبی

ودعونی وحبیبی

اے میرے طبیب میرے پاس سے چلے جاؤ اور مجھے اور میرے حبیب کو اکیلا چھوڑ دو۔

جسدی راض بسقمی

وجفونی بتحبیب

میرا جسم میری بیماری میں راضی ہے اور میری پلکیں میرے آنسوؤں میں خوش ہیں۔

آپ کی بھتیجی سیدہ زینب فرماتی ہیں کہ آپ بستر مرگ پر سورۃ الانعام کی تلاوت فرمارہی تھیں۔ جب سورت کی آیت نمبر ۱۲۷۔ لھم دار السلٰم عند ربھم وھو ولیھم بما کانوا یعملون ۔ (انہی کے لیے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا مولیٰ ہے ان اعمالِ (صالحہ) کے باعث جو وہ انجام دیا کرتے تھے) پر پہنچیں تو آپ پر غشی طاری ہوئی۔ سیدہ زینب نے آپ کو سینے سے لگا لیا۔ آپ نے شہادت کے کلمات ادا کیے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ ۱۵ ررمضان المبارک ۲۰۸ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ (نور الابصار: ۳۹۴)

اہل حجاز و مصر کے لیے آپ کا وصال ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ اس روز مصر کے ہر گھر سے آہ وبُکا کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ آپ کے شوہر حضرت اسحاق المؤتمن نے آپ کو مدینہ منورہ میں دفنانے کا ارادہ فرمایا تو اہل مصر مزید غم میں مبتلا ہوگئے اور انہوں نے درخواست کی کہ سیدہ کو ہم سے جدا مت کیجیے۔ اسی رات تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو خواب میں شرفِ زیارت بخشا اور فرمایا: اے اسحاق! نفیسہ کو مصر میں دفن کردو۔ پھر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق سیدہ نفیسہ کو مصر میں ہی دفن کیا گیا۔ آج سوا بارہ سو سال گزرنے کے باوجود بھی نفیسہ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ دنیا آج بھی آپ کے مزار اقدس پر فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لیے قاہرہ جاتی ہے۔

مصادر

۱۔ محمد طاہر القادری، شیخ الاسلام الدکتور، عرفان القرآن

۲۔ عصفور، رمضان احمد عبد ربہ، الدرر النفیسۃ من مناقب و مآثر السیدۃ نفیسۃ

۳۔ الشبلنجی، نور الابصار

۴۔ ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ

۵۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات الکبریٰ

۶۔ ابوعلم، السیدۃ نفیسۃ

۷۔ حمزۃ شاہین، السیدۃ نفیسۃ

۸۔ عبدالخالق، الشیخ محمد، الجواہر النفیسۃ

۹۔ الموفق بن عثمان، مرشد الزوار الیٰ مقابر الاخیار

۱۰۔ The light of Ahl-ul-Baitby Metawalli (al-Shal rawi)

بزم اطفال

آیاتِ قرآنی کی حیرت انگیز تاثیر کا ایک نمونہ

پیش کش: نجیب اللہ نوری نجمی

قرآن حکیم کی آیات میں خداے قدوس نے بجلی کی تاثیر سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز تاثیرات رکھی ہیں جس کا اندازہ ان خوش نصیب مسلمانوں کو خوب ہوتا ہے جو آیات قرآنی کا ورد کرتے ہیں ہم یہاں نمونے کے طور پر ایک آیت کی حیرت انگیز تاثیر کی ایک شہادت پیش کرتے ہیں۔

علامہ اجھوری نے اپنی کتاب ''فضائل رمضان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ سمندر میں کشتی پر سوار ہوکر سفر کر رہے تھے تو سمندر میں سے ایک آواز دینے والے کی آواز آئی مگر اس کی صورت دکھائی نہیں پڑی۔ اس نے کہا اگر کوئی شخص مجھے دس ہزار دینار دے دے تو میں اسے ایک ایسا وظیفہ بتاؤں گا اگر وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہو اور اس وظیفہ کو پڑھ لے تو تمام بلائیں وہلاکتیں ٹل جائیں گی۔ تو کشتی والوں میں سے ایک نے بلند آواز میں کہا آ میں تجھ کو دس ہزار دینار دیتا ہوں تو مجھے وہ وظیفہ بتادے تو آواز آئی تو دیناروں کو سمندر میں ڈال دے، مجھے مل جائیں گے۔

چناں چہ کشتی والے دس ہزار دیناروں کو سمندر میں ڈال دیا تو اس غیبی آواز دینے والے نے کہا وہ وظیفہ: وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَل لَّہ مَخْرَجًاوَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْجَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا. ہے۔

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

تجھ پر جب کوئی مصیبت پڑے تو اس کو پڑھ لیا کرو، یہ سن کر کشتی کے سب سواروں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ تو نے دس ہزار دیناروں کی کثیر دولت ضائع کردی۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ہرگز ہرگز اپنی دولت کو ضائع نہیں کیا ہے اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ قرآن شریف کی آیت ضرور نفع بخش ہوگی۔ اس کے بعد چند دن کشتی چلتی رہی پھر اچانک طوفان کی موجوں سے کشتی ٹوٹ کر بکھر گئی اور سوائے اس آدمی کے کشتی کا کوئی آدمی زندہ نہیں بچا۔ یہ کشتی کے ایک تختے پر بیٹھا ہوا سمندر میں بہتا چلا جارہا تھا یہاں تک کہ ایک جزیرہ میں اتر پڑا۔ اور چند قدم چل کر یہ دیکھا کہ ایک شاندار محل بنا ہوا ہے اور ہر قسم کے موتی وجواہرات پڑے ہوئے ہیں اور اس محل میں ایک بہت ہی حسین عورت اکیلی بیٹھی ہوئی ہے اور ہر قسم کے میوے اور کھانے کے سامان وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیسے یہاں پہونچ گئے؟ تو اس نے عورت سے پوچھا: تم کون ہو اور یہاں کیا کررہی ہو؟ تو اس عورت نے اپنا قصہ سنایا کہ میں بصرہ کے ایک عظیم تاجر کی بیٹی ہوں میں اپنے باپ کے ساتھ سمندری سفر کو جارہی تھی کہ ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور مجھے کوئی اچانک کشتی سے اچک کر لے بھاگا اور میں اس جزیرہ اس محل کے اندر اس وقت سے پڑی ہوں۔ ایک شیطان ہے جو مجھے اس محل میں لے آیا ہے۔ وہ ہر ساتویں دن یہاں آتا ہے اور میرے ساتھ صحبت تو نہیں کرتا۔ مگر بوس وکنار کرتا ہے۔ اور آج اس کے یہاں آنے کا دن ہے۔ لہٰذا تم اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ورنہ وہ آکر تم پر حملہ کردے گا۔ ابھی اس عورت کی گفتگو ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دم اندھیرا چھا گیا تو عورت نے کہا کہ جلدی بھاگ جاؤ وہ آرہا ہے ورنہ تم کو ضرور ہلاک کردے گا۔ چناں چہ وہ آ گیا اور یہ شخص کھڑا رہا۔ مگر جوں ہی شیطان اس کو دبوچنے کے لیے آگے بڑھا تو اس نے'' ومن یتق اللہ'' کا وظیفہ پڑھنا شروع کردیا تو شیطان زمین پر گر پڑا اور اس زور کی آواز آئی گویا پہاڑ کا کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑا ہے اور وہ شیطان جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگیا۔ یہ دیکھ کر عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتۂ رحمت بنا کر میرے پاس بھیج دیا ہے۔ تمہاری بدولت مجھے اس

شیطان سے نجات ملی۔ پھر اس عورت نے اس مرد سے کہا ان موتی جواہرات کو اٹھالو اور اس محل سے نکل کر میرے ساتھ سمندر کے کنارے چلو اور کشتی تلاش کر کے یہاں سے نکل چلو۔ چنانچہ بہت سے ہیرے جواہرات پھل وغیرہ کھانے کا سامان لے کر دونوں محل سے نکلے اور سمندر کے کنارے پہونچے تو ایک کشتی بصرہ جارہی تھی۔ دونوں اس پر سوار ہوکر بصرہ پہونچے، لڑکی کے والدین اپنی گمشدہ لڑکی کو پا کر بے حد خوش ہوئے اور اس مرد کے ممنون واحسان ہوکر اس کو بہت عزت واحترام کے ساتھ اپنے گھر میں رکھا۔ پھر لڑکی کے والدین نے پوری سرگزشت سن کر دونوں کا نکاح کر دیا اور دونوں میاں بیوی بن کر رہنے لگے اور تمام موتی وجواہرات جو جزیرہ سے لائے تھے۔ وہ دونوں کی مشترکہ دولت بن گئے اور اس عورت سے خداوند تعالیٰ نے اس مرد کو چند اولاد بھی دی۔ وہ دونوں بہت ہی الفت ومحبت کے ساتھ خوش حال زندگی بسر کرنے لگے۔

سبق: یہ حیرت انگیز تاثیر ہے آیت تقویٰ کی، پھر اگر مسلمان اس پر عامل ہوجائے تو اس کی تاثیر کس قدر ہوگی۔ یقیناً اگر مسلمان اس آیت پر عمل پیرا ہوجائیں تو ان کی آخرت کی زندگی بھی پرسکوں ہوجائے کیوں کہ تقویٰ کی منزل جنت عدن ہی ہے۔ ماضی قریب میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تقویٰ کا بہترین نمونہ تھی اسی لیے کسی نے کہا ہے۔

متقی ہوکر دکھادے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

ساجدالرحمن، نزد جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مبارک پور

☆☆☆

اہلِ علم کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

علم کی اہمیت روز ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ علم ایک ایسی دولت ہے جس کو نہ تو زوال ہے، اور نہ ہی کوئی اس کو چھین سکتا ہے علم ہی کی بدولت انسان کی دین ودنیا سنورتی ہے، اسی انمول اور لازوال نعمت کے ذریعے انسان اپنی زندگی کے مقاصد کو سمجھتا ہے۔ اچھے، برے، صحیح، غلط اور حق وباطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔ علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سب سے پہلے وحی کا نزول علم ہی کے بارے میں ہوا۔ علم وہ چراغ ہے جس سے تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔ سچی اور سیدھی راہوں کے در کھلتے ہیں، توہمات کا خاتمہ ہوتا ہے اور انسان خود آگہی سے روشناس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ علم سے انسان، انسان ہے، ورنہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔

اہل علم قرآن کی نظر میں

(۱) اللہ عزوجل اہل علم کی فضیلت وعظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰت'' اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند فرمائے گا۔ (پ ۲۸۔ س مجادلہ۔ آیت ۱۱)

(۲) اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا'' اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جن کو علم دیا گیا ہے۔ (پ ۲۲۔ س فاطر۔ آیت ۲۸)

(۳) قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ'' تم فرماؤ کہ کیا برابر جاننے والے اور انجان۔ (پ ۲۳۔ س زمر۔ آیت ۹)

(۴) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ'' اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر۔ (پ ۳۔ س آل عمران۔ آیت ۱۸)

ملاحظہ کیجئے کہ اللہ عزوجل نے شہادت کی ابتدا اولاً اپنی ذات سے فرمائی، پھر فرشتوں کا ذکر فرمایا اور تیسرے نمبر پر اہل علم کا ذکر کیا، اہل علم کی فضیلت، عظمت اور شرف پر یہ بڑی دلیل ہے۔

اب آیئے حدیث کی روشنی میں اہلِ علم کی فضیلت سمجھتے چلیں۔

(۱) من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ویلھمہ رشدہ'' اللہ عزوجل جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور اس کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(۲) العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علما انبیا کے وارث ہیں۔

(۳) یستغفر للعالم مافی السمٰوات والارض۔

اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہوگا، جس پر فائز ہونے والے کے لیے آسمان وزمین کی تمام چیزیں دعا واستغفار میں مشغول رہتی ہیں

(۴) خصلتان لایکونان فی منافق حسن سمت وفقہ فی الدین. دو خصلتیں منافق میں نہیں پائی جاتیں، ایک حسن سمت اور دوسری دین کی سمجھ۔ (ماخوذ احیاء العلوم ج ۱ ص: ۳۲/۳۳)

(۵) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ طالب علم کی فضیلت تمام لوگوں پر اسی طرح ہے جیسے ابوبکر صدیق کی فضیلت میری

تمام امت پر ہے، اور جیسے جبرئیل امین کی فضیلت تمام فرشتوں پر ہے۔ (نزہۃ المجالس ص:۵،۳)

محمد مشتاق نوری، متعلم جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی ۳

☆☆☆

اگر آپ مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی، تہذیبی، سماجی ترقی چاہتے ہیں تو

آپ سے ہم گزارش کرتے ہیں۔

☆اگر آپ کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی مت پہنچائیے۔
☆اگر آپ کسی سے محبت نہیں کر سکتے تو اس سے نفرت بھی مت کیجیے۔
☆اگر آپ کسی کے دل کو سکون نہیں پہنچا سکتے تو اسے دکھ بھی مت دیجیے۔
☆اگر آپ کسی سے میٹھی بات نہیں کر سکتے تو اس سے بُری بات مت کیجیے۔
☆اگر آپ کسی کے لیے اچھا نہیں سوچتے تو اس کے لیے برا بھی مت سوچیے۔
☆اگر آپ کسی کے فائدے پر خوش نہیں ہو سکتے تو اس کے نقصان پر خوش مت ہوئیے۔
☆اگر آپ دو دلوں کو جوڑ نہیں سکتے تو اسے توڑنے کی بھی کوشش مت کیجیے۔
☆اگر آپ کسی کو سہارا نہیں دے سکتے تو اس کو گرانے کی کوشش بھی مت کیجیے۔
☆اگر آپ کسی پر رشک نہیں کر سکتے تو اس پر حسد بھی مت کیجیے۔
☆اگر آپ زخم پر مرہم نہیں لگا سکتے تو اس کے زخم پر نمک بھی مت چھڑکیے۔
☆اگر آپ کسی راہ بھٹکے کے لیے مشعلِ راہ نہیں بن سکتے تو سدِ راہ بھی مت بنیے۔
☆اگر آپ اپنے محسن کے وفادار نہیں بن سکتے تو بے وفا بھی مت بنیے۔
☆اگر آپ کسی کو پھول نہیں دے سکتے تو اس کے لیے کانٹا بھی مت بوئیے۔
☆اگر آپ رحمت نہیں بن سکتے تو کسی کے لیے زحمت بھی مت بنیے۔
☆اگر آپ کسی کے لیے دعا نہیں کر سکتے تو اس کے لیے بددعا بھی مت کیجیے۔
☆اگر آپ کسی کو عزت نہیں دے سکتے تو اسے بے عزت بھی مت کیجئے۔

ہم سب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امت سے ہیں خدا کے لیے سب کے لیے زحمت بننے کی بجائے رحمت ہی رحمت بنیے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پیش کش: **محمد تنویر رضا برکاتی**۔ برہانپور شریف (ایم پی)

☆☆☆

تین باتیں

☆تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ سلام کرنا، دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ دینا، مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔
☆تین باتیں دوستی کی علامت ہیں۔ دریا کی مانند سخاوت، زمین کی مانند تواضع، سورج کی مانند شفقت۔
☆تین چیزوں پر بھروسہ نہ کیا جائے: دولت، زندگی، اجنبی۔
☆تین چیزوں سے ہمیشہ بچیں: جھوٹ، ظلم، غرور۔
☆تین چیزوں کی قدر کیجیے: علم، وقت، دولت۔

مرسلہ: **انصاری نفیسہ محمد علی**، علی صاحب محلّہ نندوربار۔

پانچ تباہ کن باتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ برائیاں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہوئے تو بہت برا ہوگا، میں یہ باتیں تمہارے اندر پیدا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اول: زنا جب کسی قوم میں علانیہ ہونے لگے تو انہیں ایسی عجیب بیماریاں لاحق ہوتی ہیں جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔

دوم: ناپ تول میں کمی جب کسی قوم میں عام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر قحط، خشک سالی اور ظالم حاکم مسلط کر دیتا ہے۔

سوم: زکوٰۃ نہ دینا جس قوم میں پیدا ہو جائے ان پر آسمان سے پانی برسنا رُک جاتا ہے اور اگر جانور نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔

چہارم: اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت جب پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ لوگوں پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

پنجم: اگر مسلمان حاکم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکومت نہ کریں تو مسلمانوں میں انتشار اور خونریزی پھیل جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

مرسلہ: **عبدالقادر جیلانی رضوی**، جامعہ قادریہ نوریہ نجم العلوم، ہبلی

اقوالِ زریں

☆ ہم خیال لوگ ہم سفر ہو جائیں تو منزل آسانی ہو جاتی ہے۔
☆ انسان کی سب سے بڑی عقل مندی عبرت حاصل کرنا ہے۔
☆ عادتیں بے شک آپ کی اپنی ہوتی ہیں مگر آپ کی عادتوں سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں۔
☆ مصیبت کا بوجھ خوش اسلوبی سے اٹھانے والا ہی سب سے بہتر کام کر سکتا ہے۔

مرسلہ: انصاری صائمہ پروین، علی صاحب محلّہ، نندوربار۔

سخن فہمی

کتابوں کے شناخت نامے

محمد توفیق احسن برکاتی کے قلم سے

(۱) کلام راہی اور صنائع وبدائع از: محمد ادریس رضوی ایم اے

کسی بھی فن پارے کو فن کی میزان پر تولنا اور ان میں پوشیدہ صنائع وبدائع کی تلاش بڑا مشکل کام ہے بالخصوص ایسے دور میں جب وہ علم وفن رُو بہ زوال ہو اور اس فن کی ماہر شخصیات خال خال نظر آتی ہوں، شاعری کا عصری منظر نامہ بڑا دلکش اور حوصلہ افزا ہے، غزل، نظم، رباعی، مرثیہ، مثنوی، ہائیکو، تکونی، کہہ مکرنیاں وغیرہا اصناف سخن پر وافر شعری سرمایہ ہمارے درمیان موجود ہے۔ زبان وادب پر تنقید بھی ارتقائی سفر طے کر رہی ہے، لیکن زبان وبیان کی وہ خوبی جو صنائع وبدائع سے عبارت ہے شعری نقد وادب میں اس نوع کا تجزیاتی مطالعہ بہت کم ہے، اس تناظر میں معروف ادیب وشاعر مولانا محمد ادریس رضوی ایم اے کی تصنیف ''کلام راہی اور صنائع وبدائع'' خاصے کی چیز ہے، بقول ڈاکٹر وحید انجم ''کلام راہی اور صنائع وبدائع'' موضوع اور مواد کے اعتبار سے منفرد ہے، اس طرح کی کتابیں میری نظر سے بہت کم گزری ہیں، دور حاضر میں ایسی کتابوں کا چلن مفقود ہو رہا ہے، ایسی کتابیں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔'' اور ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کے الفاظ میں ''محمد ادریس رضوی نے البتہ ان تمام جہات سے ہٹ کر ایک نئے اور انوکھے انداز میں اردو کے ممتاز شاعر غلام مرتضیٰ راہی کے شعری کلام کا تجزیہ کیا ہے۔ اردو کے شعری نقد وادب میں اس نوع کا یہ گویا اولین تجزیہ ہے۔''

شاعری میں صنائع وبدائع کی دریافت دراصل کلام کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کی نقاب کشائی کا نام ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ کلام کے لفظی ومعنوی حسن کا انکشاف اس نقد کی خوبی ہے، مصنف کتاب مولانا محمد ادریس رضوی ایم اے ایک کامیاب نعت گو شاعر وادیب، فن شاعری کی باریکیوں سے آشنا اور علم عروض کے ماہر ہیں۔ تضمین نگاری میں کافی کمال حاصل ہے۔

ان کا مطالعہ وسیع، نظر دقیق اور مشاہدہ باریک ہے، ان سے اس جیسی کتابوں کی توقع کی جاسکتی تھی، ۱۶۸ر صفحات کی اس کتاب کا پیش لفظ پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ نے لکھا ہے، ڈاکٹر کے، محمد عبدالحمید اکبر، پروفیسر وحید انجم اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے علی الترتیب اپنی اپنی تقریظات سے کتاب کو اعتبار بخشا ہے، کتاب بڑی انوکھی ہے، طباعت کافی اچھی ہے۔ مجلد کتاب کا گٹ اپ عمدہ اور جاذب نظر ہے۔ ادبی وتنقیدی دنیا میں لفظ خالق، تخلیق، تخلیقات، تخلیقی رویے وغیرہ بہ کثرت مستعمل ہیں لیکن شرعی نقطۂ نظر سے یہ الفاظ محل نظر ہیں اس لیے ڈاکٹر یحییٰ نشیط اور محمد ادریس رضوی کو ان کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے تھا جو نہ ہو سکا، یہ دونوں حضرات علم کلام سے گہری واقفیت رکھتے ہیں جس میں ہے کہ بندے کے تمام افعال نیک وبد کا خالق اللہ عزوجل ہے، دوسری عرض یہ ہے کہ ادریس رضوی صاحب نے تجنیس تام کی وضاحت ومثال میں راہی کا ایک شعر

رکھیے راہی کام اپنے کام سے
نام ہونا ہوگا جب ہو جائے گا

پیش کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ پہلے کام سے مراد شغل اور مصروفیت ہے اور دوسرے کام سے مراد مطلب، واسطہ، تعلق اور غرض ہے، جب کہ ''اپنے کام سے مطلب رکھو'' پر غور کیا جائے تو معاملہ بالکل برعکس نکلتا ہے پہلا کام مطلب کی نمائندگی کرتا ہے اور دوسرا مصروفیت اور شغل کی، ''کام سے مطلب'' کسی کے کام میں عدم مداخلت کی وضاحت کرتا ہے اور ''مطلب سے کام'' خودغرضی ثابت کرتا ہے۔ اس طرح کئی مقامات پر جملوں کی بے ربطی ایک محتاط قلم کار کی شایان شان نہیں، تھوڑی سی توجہ سے اس پر قابو پایا جاسکتا تھا۔

معروف کہنہ مشق شاعر غلام مرتضیٰ راہی کے کلام پر مولانا محمد ادریس رضوی کی یہ کتاب شعری تنقید میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی، کتاب کی حصول یابی کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ 09869781566

☆☆☆

(۲) کنز الایمان اور امام احمد رضا
از: مولانا محمد ادریس رضوی ایم اے

ترجمۂ قرآن کنز الایمان امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کا وہ فقید المثال کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک ان کے نام کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ میں روح قرآن کشید کر سمو دی ہے، اس میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت بھی ہے، اختصار اور جامعیت کا حسن بھی اور شگفتہ بیانی کا رنگ و ترنگ بھی، سب سے بڑی بات شان الوہیت و مقام رسالت کی پاسداری اور تحفظ و تقدس کی رعایت بھی اس کے امتیازات میں شامل ہے، میری اپنی معلومات کی حد تک کنز الایمان پر شائع شدہ کتب و مقالات و مضامین کی تعداد ڈھائی سو سے متجاوز ہے، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، زیر تبصرہ کتاب دراصل کنز الایمان کو ئیز ہے جس میں امام احمد رضا کی زندگی، شخصیت، تصنیف و تالیف اور متعلقہ اُمور کے بے شمار جہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کنز الایمان کے دوسری زبانوں میں تراجم پر بھی سوالات و جوابات کی شکل میں کافی مواد پیش کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر اس کتاب میں ساٹھ سے زائد ابواب متعین کیے گئے ہیں۔ سوانحی خاکہ سے متعلق ۵۰ سوالات، اسفار حج میں ۵۵ سوالات، سورتوں، آیات و رکوع پر مشتمل ۲۳۵ سوالات، دوسری زبانوں میں کنز الایمان کے تراجم پر ۴۰ سوالات، دیگر تصنیفات سے متعلق ۳۴ سوالات اور مجموعی طور پر ۱۹۱۷، سوالات اور ان کے شافی و کافی مستند جوابات اس کتاب کی زینت ہیں۔

۳۰۴ صفحات پر مشتمل یہ مجلد کتاب ۲۸۵ حوالہ جات کی روشنی میں کنز الایمان اور دیگر اُمور سے متعلق معلومات کا خزانہ ہے، جو عوام و خواص ہر ایک کے لیے یکساں مفید ہے۔

مرتب موصوف مولانا محمد ادریس رضوی اہل سنت کے جید عالم دین، سنجیدہ ادیب و شاعر ہیں، طبیعت اخاذ ہے، ذہن و فکر میں وسعت ہے، قلم میں توانائی ہے، زبان و ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں، تحقیق و تدقیق کے دشوار گزار مراحل سے کامیاب گزر جانا ان کا عزم جنوں ہے، ان کی یہ کتاب بڑی اہم، قابل قدر اور لائق پذیرائی ہے، جسے غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کی قیمت سو روپے کوئی زیادہ نہیں ہے۔

(۳) امام احمد رضا ایک نئی تشکیل
از: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

امام احمد رضا قاری بریلوی کی ہشت پہلو ذات اور ہمہ جہت کارناموں پر ہزاروں کی تعداد میں مضامین و مقالات سیکڑوں کتابیں اور کئی درجن تحقیقی و تنقیدی پی ایچ ڈی اور ایم فل درجے کی تھیسیس لکھی گئی ہیں۔ یہ سلسلہ رکا نہیں ہے، بلکہ اس میں اور تیزی آگئی ہے، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی بھی انہیں جاں بازوں کی فہرست میں شامل ہیں، جنہوں نے امام احمد رضا کے افکار و تحقیقات کو موضوع تحقیق بنایا اور خوب لکھا اور لکھوایا، زیر نظر کتاب امام احمد رضا کی فکر و فن اور تحقیق و تدقیق کے بے شمار گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ البتہ چند مقالات میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے دل لگا کر قلم نہیں چلایا ہے۔ یہ دراصل میرا روڈ ممبئی میں ۷؍فروری ۲۰۱۰ء کو منعقدہ سمینار و کانفرنس میں محققین کی جانب سے پیش کیے گئے مقالات کا مجموعہ ہے ۱۹۲؍صفحہ کی یہ کتاب مجلد شائع ہوئی ہے، ابتدائی صفحات میں مرتب موصوف نے ''فکر رضا کے زاویے، نئے آفاق'' کے عنوان سے چھ صفحات پر بڑی خوب صورت تحریر پیش کی ہے اور چند ایسے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے جن پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد میں تحقیقی و تنقیدی مقالات کو جگہ دی گئی ہے، پھر اضافات کے تحت پروفیسر رفیع اللہ صدیقی اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی دو تحریریں علی الترتیب امام احمد رضا کے معاشی نکات اور امام احمد رضا اور طب و حکمت کے عنوان سے موجود ہیں، یہ دونوں تحریریں تحقیقی نوعیت کی ہیں، مقالہ نگاروں نے اپنے اپنے موضوع پر جم کر لکھا ہے اور موضوع کا حق نبھانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے، اول و آخر میں دو چند مضامین سمینار کی روداد پیش کرتے ہیں، ڈاکٹر موصوف نے حسین ترتیب و تہذیب سے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے البتہ پروف کی بے شمار غلطیاں ذہنی کوفت کا سبب بنتی ہیں، البتہ فہرست میں دیے گئے ابواب میں ایک باب نوادرات کی شمولیت ہے جب کہ اس سے متعلق کوئی مواد اندر کتاب میں نہیں پیش کیا گیا ہے، اس کے جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں۔ کتاب بہت خوب صورت ادبی طرز پر چھاپی گئی ہے۔ جسے انجمن ثنائیہ دارالیتمیٰ میرا روڈ، ضلع تھانے، مہاراشٹر نے مالی تعاون دیا ہے، حصول یابی کے لیے یہ نمبر نوٹ کر لیں۔

9224455977

(۴) کاملان پورنیہ

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

تاریخ نگاری وتذکرہ نویسی انتہائی جاں گسل کام ہے، جس کے لیے محنت وجاں فشانی کے ساتھ سیاحی اور جاں بازی کی ضرورت پڑتی ہے، خاص کر جب اس تاریخ وتذکرہ سے ہماری اسلامی تہذیب وثقافت اور مذہبی تمدن کے اثرات وابستہ ہوں اور مردان حق آگاہ کے انمٹ نقوش کسی سرزمین پر ثبت ہوں تو نقد ونظر کی ضرورت اور زیادہ ہوجاتی ہے، پورنیہ جو ہندوستان کا ایک خوش حال خطہ رہا ہے ہندوستانی تاریخ میں جس کی تہذیب، معاشرت، کلچر، سیاسی قوت، اقتصادی پکڑ کا واضح نقشہ موجود ہے، جو کبھی راجاؤں مہاراجاؤں کی سرزمین رہی ہے، اور ساتویں صدی ہجری سے چودہویں صدی ہجری تک اس سرزمین نے بے شمار گل ولالہ اُگائے ہیں اور ایسے روحانی سپوت ہندوستان کو عطا کیے ہیں جن کی ذاتیں، کارنامے، بڑے ہمہ جہت ہیں، اور جن کے نقوش قدم یقیناً مشعل راہ ہیں، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے جو خود پورنیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ''کاملان پورنیہ'' نام سے یہ کتاب انہی اعاظم زمانہ کے حالات وکوائف پر مشتمل پیش کی ہے، جس کے لیے پچھلے چار سالوں سے وہ مختلف اسفار کرتے رہے ہیں اور ۴۹۶ صفحات کا اچھا خاصہ مواد جمع کر کے ترتیب دیا ہے اور اسے مسند گل، داستان گل، پاسبان گل، دھرتی وہ گل ولالہ کی، باغبانِ عہد نو، نو بہاران گل، عکس نوادرات کے تحت سات ابواب پر منقسم کیا ہے اور منظوم ومنثور تاریخ پورنیہ سے لے کر عہد کہن اور عہد نو میں پیش آمدہ حالات وواقعات کی ایک مستند، محقق دستاویز بنایا ہے۔ کتاب کا مقدمہ مفتی حسن منظر قدیری نے تحریر فرمایا ہے اور ثنائے گل کے عنوان سے معروف قلم کار ومحقق پرواز اصلاحی اعظمی نے قدیم پورنیہ کی تاریخی حیثیت پر مؤرخانہ انداز سے روشنی ڈالی ہے اور عہد قدیم سے لے کر عہد جدید کا منظر نامہ اجمالاً روبرو کیا ہے، پروفیسر فاروق جمیلی نے مسند گل کے عنوان سے منظوم پورنیہ نامہ تیرہ صفحات میں لکھا ہے اور محل وقوع سے لے کر، باشیوں کے رکھ رکھاؤ، انداز معاشرت، موسم سرد وگرم، صبح وشام کی رنگینی، محفل ادب، علم وفن کی جلوہ سامانی، رواداری ویگانگت اور امن و یک جہتی کا بڑا خوب صورت جلوہ دکھایا ہے اور خوب خوب قادر الکلامی کا ثبوت پیش کیا ہے، یہ مجھے بہت پسند آیا۔

صفحہ ۶۹ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے اور ۴۵۰ پر یہ سفر اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔ محقق موصوف نے عہد کہن کے مہر و ماہ میں ۳۰ اعاظم دہر کے تعارف وکارنامے اور اثرات سے متعارف کرایا ہے، عہد نو کے روشن ستاروں میں دس رجال وشخصیات کو جگہ دی گئی ہے، باغبان عہد نو میں آٹھ افراد کا تذکرہ موجود ہے اور نو بہاران گل میں کل چھ ماہرین کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں اس طرح کل ۵۴ رجال زمانہ کو شمس مصباحی نے قلم کے کیمرے میں قید کیا ہے، اور اپنے تاریخی شعور، آفاقی وجدان، گہری فکر اور دردمند اظہاریے کا روشن ثبوت پیش کیا ہے، بقول مفتی حسن منظر قدیری ''کاملان پورنیہ'' ایک دستاویزی معلوماتی شکل میں قارئین کی نظروں کے سامنے ہے، ایک گل دستۂ جمال ایک صحیفۂ کمال ہے، ورق ورق میں اسلاف کے علوم وفنون کی درخشندگی، ان کے کارناموں کی تابندگی، سطر سطر میں ان کے کمالات زندگی، ریاضت وبندگی اور سیرت وکردار کی جلوہ گری ہے۔'' اخیر کتاب میں ۴۴ صفحات میں عکس نوادرات کے تحت صاحبان تذکرہ کی تحریرات، کتابوں کے سرورق، خطوط، فتاویٰ وغیرہا کے عکوس دیے گئے ہیں جو کتاب کے استناد میں اضافہ کرتے ہیں، مجموعی طور پر یہ کتاب ماضی کی گم شدہ متاع کی عمدہ بازیافت ہے۔ اسلاف کے کارناموں سے نئی نسل کو متعارف کرانے کی عظیم ذمہ داری کی ادائیگی ہے، جس کے لیے شمس مصباحی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں، کتاب مجلد چھپی ہے، سرورق دیدہ زیب ہے، کاغذ قیمتی استعمال کیا گیا ہے، البتہ پروف پر ذرا اور توجہ دی گئی ہوتی تو سونے پر سہاگہ ہوتا، ویسے جو کچھ ہے، بہت بہتر ہے۔ ص:۴۲۲ پر ایک جگہ ''شیخ الحدث'' دیکھا تو بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی، تذکرے میں شامل اشعار میں بھی بے شمار خامیاں ہیں، اسے برکات رضا فاؤنڈیشن میرا روڈ نے شائع کیا ہے۔ حصول یابی کے لیے یہ نمبر استعمال کرسکتے ہیں: 9869328511

(۵) تجلیات قمر

مرتب: نام درج نہیں

کرامت حضور مفتی اعظم، تلمیذ حافظ ملت، مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خاں اعظمی مصباحی دام ظلہ کی ذات وخدمات محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے خطبات سے ہندو پاک، انگلینڈ وافریقہ وامریکہ

وغیرہا ممالک کے عوام وخواص سب مانوس ومستفیض ہیں۔ اخلاق وکردار، بلندی افکار، آفاقی سوچ، دور بینی، دور اندیشی، سلیقہ مندی، علم وفضل، تفکر وتدبر، تحریر وخطابت، شعر وشاعری اور انتظامی اُمور میں مفکر اسلام امتیازی شان رکھتے ہیں۔۶۴ سالہ آپ کی دینی وملی، علمی وادبی خدمات کا دائرہ مختلف ممالک وبر اعظموں میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے گہرے اثرات دوسری قوموں پر پڑے ہیں، مسلک حق اہل سنت وجماعت اور افکار امام احمد رضا کی ترویج واشاعت میں علامہ قمر الزماں اعظمی نے خون جگر صرف کیا ہے اور اُمت مسلمہ پر آنے والی مشکل گھڑیوں میں اپنی مدبرانہ شان کا اظہار فرمایا ہے، ایک درد مند دل لے کر امت مسلمہ کے زخموں پر مرہم رکھا ہے، انہیں آفاقی ذہن عطا کیا ہے، مساجد ومدارس واسلامی مراکز کی بنیاد رکھی ہے، نئی نسل کو اسلاف کے کارناموں سے آگاہ کیا ہے، علم وہنر کے میدان میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ دیا ہے، ضرورت تھی کہ ان کی ان ہمہ جہت خدمات کو منظر عام پر لایا جائے، ان کی شایان شان ان کا تعارف وتذکرہ پیش کیا جائے، ان کی زندگی کے روشن پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے، تاکہ نسل نو کے لیے امید کی کرن دکھائی دے، انہیں کچھ سیکھنے، سمجھنے، مذہب کو پھیلانے، قوم کو سنبھالا دینے اور عروج وعزت کے حصول کے لیے ایک چراغ رہ گزر مل جائے، اس لیے رضا اکیڈمی ممبئی نے جشن خدمات قمر کے نام سے ۳/ مارچ کو ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کرنے اور ان کی خدمات پر اہل قلم کے مقالات وتاثرات کا مجموعہ شائع کر کے انہیں مفتی اعظم گولڈ میڈل سے سرفراز کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس اہم منصوبے کو زمین پر اتار دیا، جس میں عربی، اردو، انگریزی زبان میں تحریر کیے گئے تعارف کے تحت ۲۳ مقالات، خطابت کے تحت چار مضامین، نعت نگاری اور فکر وفن پر پانچ تحریریں، ۳۴ نثری تاثرات، ۱۰ منظوم گل ہائے عقیدت اور آٹھ مقالات انگریزی زبان میں ہیں، تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کی ضخامت لیے ہوئے یہ کتاب رضا اکیڈمی ممبئی سے مجلد شائع ہوئی ہے، البتہ مرتب کے نام کی عدم وضاحت کافی کھلتی ہے۔

☆☆☆

نذرانہ سلام بخدمت مجدد مسلک امام احمد رضا

مخدوم اہل سنت مولانا حافظ **محمد شفیع اوکاڑوی** علیہ الرحمہ

السلام اے حافظِ قرآنِ حق	السلام اے شارح فرقان حق
السلام اے شاہدِ مشہودِ جاں	السلام اے بحر وزندہ رُودِ جاں
السلام اے خادم دینِ مبیں	السلام اے عاشق سلطان دیں
السلام اے واعظِ شیریں بیاں	السلام اے موردِ فضل گراں
السلام اے عبدحق، آن عباد	السلام اے حامل شان قباد
السلام اے مکرم اکرامیاں	السلام اے شوکت اسلامیاں
السلام اے بندہ وعبد رسول	خاک پائے سیدہ زہرا بتول
السلام اے اسطوت ایمانیاں	السلام اے قائدعرفانیاں
السلام اے محی سنت السلام	السلام اے زین ملت السلام
السلام اے پیر ومولانا شفیع	السلام اے حامل شان رفیع
پرچم اسلام را کردی بلند	دادہ ای مخلوق حق را نصح وپند
حق نہادہ برسرت اکلیل عزّ	داددردستت لجام پیل عزّ

شاعر نذرانہ گزار: الحاج بشیر حسین ناظم (بشکریہ الخطیب، کتابی سلسلہ، کراچی)

دینی، علمی، مذہبی اور دعوتی سرگرمیاں

از: ادارہ

جامعۃ الازہر مصر میں جشن حضور حافظ ملت

مورخہ ۲؍ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۲ھ/ ۵ مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعرات بعد نماز عصر مدینۃ البعوث الاسلامیہ (غیر ملکی طلبہ کا دارالاقامہ) جامعۃ الازہر الشریف کے وسیع وعریض ہال ''قاعۃ الاجتماعات الکبریٰ'' میں جشن حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا انعقاد ہوا جس کی صدارت حضرت علامہ ڈاکٹر طٰہٰ حبیشی دسوقی ازہری، سابق رئیس قسم العقیدہ والفسفہ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر الشریف نے فرمائی۔ حافظ وقاری عبداللطیف حمزہ ثقافی نے تلاوت قرآن مجید سے جشن کا آغاز کیا، اوراس کے بعد عبداللطیف حمزہ اور عبدالمجید ثقافی دونوں نے مل کر قصیدۂ بردہ کے چند اشعار پیش کیے، پھر نظم کے بعد نثر کا دور شروع ہوا اور مولانا عبداللہ مصباحی (کلیۃ لغۃ عربیہ) نے حافظ ملت کی حیات وخدمات کے عنوان پر ایک جامع خطاب پیش کیا، اور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی عبقری شخصیت کو اجاگر کیا اور خاص طور پر آپ کے اخلاص، حسن اخلاق اور آپ کی دینی وتبلیغی کارناموں اور خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مولانا حبیب اللہ مصباحی (کلیہ لغۃ عربیہ) نے اس جلسہ کے اہم موضوع الجامعۃ الاشرفیہ اور خدمات فرزندان اشرفیہ پر خطاب کیا۔ جس میں انہوں نے بنیادی طور پر دو باتوں کو واضح کیا۔

۱۔ اشرفیہ کی ابتدائی اور موجودہ صورت حال اور اس کی ترقی کی راہ میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تگ ودو اور کدوکاوش۔

۲۔ فرزندان اشرفیہ کی تبلیغی، تدریسی، اور قلمی خدمات اور بطور نمونہ مندرجہ ذیل فرزندان اشرفیہ کی خدمات کو پیش کیا۔:

۱۔ علامہ عبدالرؤف بلیاوی، ۲۔ علامہ ارشدالقادری، ۳۔ مفتی شریف الحق امجدی، ۴۔ مفتی عبدالمنان اعظمی، ۵۔ علامہ محمد احمد مصباحی، ۶۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی، ۷۔ علامہ قمرالزماں اعظمی، ۸۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی۔

دو خطاب کے بعد حافظ نور احمد مصباحی (کلیہ دعوہ اسلامیہ) نے ایک نعت شریف پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا، پھر اس جلسہ کے سرپرست ڈاکٹر طٰہٰ حبیشی دسوقی مدظلہ العالی نے اپنے تاثرات پیش کیے اور ہندوستان کے دینی وثقافی نظریہ پر کچھ روشنی ڈالی۔ موصوف سال میں ایک مرتبہ ہندوستان ضرور تشریف لاتے ہیں دوران خطبہ موصوف نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ ہندوستان کے ہر اس خطے میں جاؤں جہاں سے دین وشریعت کا کام ہوتا ہے، اگر میری استطاعت ہوتی تو ہر ماہ میں ہندوستان جاتا، آپ نے ہندوستانی طلبہ کے سامنے ایک پیش کش بھی کی، جس کا لائحہ عمل کچھ اس طرح ہے کہ جامعۃ الازہر الشریف میں زیر تعلیم ہندوستانی طلبہ کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو موصوف کے زیر نگرانی ہندوستان کی تہذیب وثقافت اور اس کے دینی افکار ونظریات پر عربی میں ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کرے۔ یقیناً یہ پیش کش انتہائی مفید اور ضروری امر ہے، لیکن اس عظیم کارنامے کے لیے گروہ طلبہ ناکافی ہے ہندوستان کے ارباب علم وفکر کی توجہ کی خاص ضرورت ہے۔ اس خطاب کے بعد جانب اسیاد محمد الحلیہ رومانیا (ایم، اے تفسیر کلیہ اصول الدین جامعہ الازہر الشریف) نے نعت شریف کے چند اشعار پیش کیے، پھر اخیر میں شہزادۂ فقیہ ملت مولانا ازہار احمد امجدی مصباحی (قسم الحدیث کلیہ اصول الدین) نے جلسہ میں شریک ہند وبیرون ہند کے تمام طلبہ کا اور خاص طور پر مہمان خصوصی ڈاکٹر طٰہٰ حبیشی مدظلہ النورانی، جناب عبدالمجید خزرجی نگران اعلیٰ مدینہ البعوث الاسلامیہ، اور ہندوستانی طلبہ کی تنظیم منارۃ الفکر الاسلامی کے صدر اور اس جلسہ کے محرک مولانا حامد حسین مصباحی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، نظامت کے فرائض مولانا شمشاد حسین علیمی (کلیہ دعوہ اسلامیہ) نے انجام دیئے اور بزم کا اختتام ڈاکٹر موصوف کے دعائیہ کلمات پر ہوا، یہ جلسہ از ابتدا تا انتہا مکمل عربی میں ہوا اور جلسہ میں شریک ایشیا وافریقہ کے مختلف ممالک کے طلبہ کے درمیان حافظ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ کے تعارف پر مشتمل پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔

ازہر میں ہندوستانی طلبہ اپنے بزرگان دین مثلاً حضور اعلیٰ حضرت، حضور مجاہد ملت اور علامہ ارشدالقادری علیہم الرحمۃ والرضوان کی یاد میں جلسہ کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن اس نوعیت کی یہ محفل ہندوستانی طلبہ کی پہلی اجتماعی کاوش تھی جس میں استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا تعارف پیش کرنے کی سعی کی گئی، ان شاء اللہ آئندہ اسی طرح جلسہ کا انعقاد کر کے ہندوستان کے دیگر علما ومدارس کا تعارف بھی پیش کیا جائے گا۔

محمد اکبر مصباحی (کلیۃ اللغۃ العربیۃ جامعۃ الازہر الشریف)

ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی مالیگانوی کو استقبالیہ دیا گیا

''مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' کے موضوع پر اورنگ آباد مراٹھواڑہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ایوارڈ ہونے پر معروف محقق وشاعر ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی مالیگانوی کے اعزاز میں سنی دعوت اسلامی کے مرکزی ادارہ جامعہ غوثیہ نجم العلوم ممبئی ۹، میں ۱۸، مئی ۲۰۱۱ء بروز بدھ گیارہ بجے دن میں منعقد استقبالیہ مجلس میں جامعہ ہذا کے اساتذہ واراکین ادارہ معارف اسلامی اور ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی کی جانب سے ڈاکٹر موصوف کو استقبالیہ دیا گیا، تلاوت کلام پاک اور نعت کے بعد مفتی محمد زبیر برکاتی نے مشاہدؔ رضوی کا تعارف پیش فرمایا، مفتی محمد توفیق احسنؔ برکاتی نے خانوادۂ رضویہ کی علمی وادبی خدمات پر اجمالاً روشنی ڈالی پھر جملہ اساتذہ کرام اور سادات طلبائے کرام کے ہاتھوں توصیفی سند پیش کی گئی اور گلدستہ محبت اور ہار وشال دی گئی۔ خصوصیت کے ساتھ جامعہ کے پرنسپل حضرت مولانا افتخار اللہ مصباحی، اساتذہ میں مولانا مظہر حسین علیمی، قاری ریاض الدین اشرفی، مولانا عبیداللہ برکاتی، مولانا عبدالکریم نجمی ودیگر حضرات شریک بزم رہے اور ڈاکٹر مشاہدؔ رضوی کو خوب خوب دعاؤں اور حوصلہ افزائیوں سے نوازا۔ دعا اور صلاۃ وسلام پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ (ادارہ)

اسکول کے طلبا کے لیے مخصوص طیبہ تربیتی کیمپ

تحریک سنی دعوت اسلامی کی جانب سے ۲۱/اپریل تا ۲۵/اپریل طیبہ تربیتی کیمپ اسکول میں پڑھنے والے دسویں اور بارہویں کے طلبہ کے لیے حرا انگلش اسکول مہاپولی بھیونڈی میں منعقد کیا گیا جس میں بمبئی اور اطراف بمبئی، بھیونڈی، تھانہ وغیرہ سے تقریباً ۹۰ سے زائد طلبا نے شرکت کی اور دینی ودنیاوی علوم سے اپنے آپ کو فیضیاب کیا۔ ان طلبا کو آٹھ گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا تاکہ ان کی تربیت بآسانی ہوسکے۔

اس تربیتی پروگرام کا آغاز تہجد کی نماز سے ہوا اور نماز فجر بعد جامعہ حرا مہاپولی کے بہترین قرا کے ذریعہ کیمپ میں آئے ہوئے طلبہ کو قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ اور اس کے بعد اپنے آپ کو صحت مند رکھنے کے لیے ورزش کا بھی اہتمام کیا جاتا رہا، چاشت اور اشراق کی نماز کے بعد ناشتہ سے فارغ ہوکر صبح ۱۰/ سے ۱۱/ بجے مبلغ سنی دعوت اسلامی وقار بھائی نے علم کی اہمیت، انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد، توبہ اور طلبہ کی ذمہ داریاں جیسے عنوانات پر مختلف دنوں میں طلبہ کی ذہن سازی کی۔ مبلغ سنی دعوت اسلامی جناب جعفر نوری نے شرائط نماز، فرائض نماز، مفسدات نماز، نماز کا پریکٹیکل طریقہ اور دیگر بنیادی مسائل سکھائے اور ساتھ ہی ساتھ دسویں اور بارہویں میں پڑھائی کیسے کریں؟ امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ یہ بھی سکھایا۔ اس سیشن کے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتیں مثلاً گفتگو کے آداب، مجلس کے آداب، سلام کا طریقہ، کھانے پینے کے آداب وغیرہ مبلغ سنی دعوت اسلامی مولانا جنید رضا نجمی صاحب نے سکھایا۔

ان پانچ دنوں میں نماز ظہر اور کھانے سے فارغ ہوکر مختلف تفریحی پروگرام کا اہتمام بھی کیا جاتا رہا جس میں جنرل نالج کوئز کونٹیسٹ، کسی پیغام کو اپنے عمل وحرکت سے پیش کرنا، دوڑ اور دیگر کھیل کے مقابلے وغیرہ میں طلبا نے بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور اپنے آپ کو ہر میدان میں کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ بعد نماز عصر رکن مجلس شوریٰ مبلغ سنی دعوت اسلامی جاوید شیخ نے تبلیغ اسلام میں جدید ذرائع کے استعمال کا طریقہ بتایا اور اپنے آپ کو جدید ذرائع سے لیس کرنے کی ہدایات دیں۔ سنی دعوت اسلامی کے ہونہار مبلغ جناب شکیل بھائی نے توحید ورسالت اور اخلاق حسنہ کے علاوہ خوف خدا کے متعلق مختلف دنوں میں بچوں کی ذہن سازی کی۔ اسی طرح مبلغ سنی دعوت اسلامی جناب شیر خان رضوی نے حقوق والدین پر بیان کیا تو طلبہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بہت سے طلبہ کی ہچکی بندھ گئی۔ تمام بچوں نے اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے اور ان کی فرمانبرداری کرنے کا عزم مصمم کیا۔

طلبہ کی دنیاوی زندگی اور ان کا مستقبل بھی بہتر بنے اس کوشش میں ان کے لیے کریئر گائڈینس کا پروگرام مبلغین سنی دعوت اسلامی شاہد بھائی (ممبرا) اور عمران بھائی (تھانہ) نے انگریزی اور اردو زبان میں پیش کیا اور اس کے بعد کافی دیر تک بچوں نے ان سے سوالات کیے اور ماہرین فن انہیں جوابات دیتے رہے۔ پانچ دنوں میں جو تعلیم وتربیت کی گئی تھی اس کا باضابطہ امتحان بھی ہوا۔

واپسی سے پہلے بچوں سے ان کے تاثرات پوچھے گئے تو بچوں نے اپنے جذبات اور خیالات کا کچھ اس طرح اظہار کیا کہ ''ہم نے ایسا کیمپ آج تک نہیں دیکھا اس کیمپ سے ہماری زندگی میں نکھار اور تبدیلی آئی ہے۔ ایسے کیمپ کا بڑے پیمانے پر ہر سال انعقاد ہونا چاہیے اور تمام طلبہ کو اس سے فائدہ پہنچانا چاہیے ہم تحریک سنی دعوت اسلامی اور اس کے منتظمین کو مبارکباد دیتے ہیں اور ان کے مشکور ہیں وغیرہ۔ اس تربیتی کیمپ کی کامیابی میں ممبئی واطراف ممبئی کے علاوہ تھانہ اور بھیونڈی کے

مبلغین کا بڑا اہم کردار رہا۔حضرت امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی نوری صاحب قبلہ، بلبل باغ مدینہ قاری رضوان صاحب اور روہیب بھائی کی محنتیں قابل ذکر ہیں اور امیر سنی دعوت اسلامی بذات خود اس کیمپ میں تشریف لائے اور بچوں کو ان کے آنے والی زندگی کے متعلق ذمہ داریاں اور خطرات سے آگاہ کیا اور خاص طور پر اللہ سے ڈرنے اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنانے کا پیغام دیا اور تمام بچوں کو دعاؤں سے بھی نوازا۔ قیام وطعام کا انتظام اسکول کی شاندار عمارت میں ہی تھا۔یہ پانچ روزہ تربیتی کیمپ طلبہ کی جسمانی وروحانی بالیدگی کے لیے بڑا شاندار اور پر کیف رہا۔**(ادارہ)**

☆☆☆

جشن دستار مفتیان اسلام وعرس فقیہ ملت

مرکز تربیت افتا اوجھا گنج کے وسیع وعریض صحن میں ۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۷ مئی ۲۰۱۱ء صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس اور جشن دستار مفتیان اسلام وحفاظ کرام انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا بعد نماز فجر قرآن خوانی اور بعد نماز عصر چادر وگل پوشی کا اہتمام کیا گیا پھر بعد نماز مغرب عقیدت مندوں کے ہجوم سے جلسہ گاہ کھچا کھچ بھر گیا جس میں سینکڑوں علما، مبلغین، مقررین، حفاظ، قرا، مشائخ عظام نے شرکت کی۔جن میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، فقیہ عصر مفتی محمد نظام الدین رضوی، مفتی بہاء المصطفیٰ امجدی ومفتی محمد نسیم مصباحی، مولانا کمال اختر، مولانا قاری خلق اللہ فیضی، مولانا محمد شریف الحسن، مولانا محمد عبدالحلیم قادری، مولانا سراج چشتی، مولانا حفیظ اللہ قادری، مولانا محمد عماد الدین، مولانا جمال احمد خاں رضوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جلسے کا آغاز استاذ القراء حضرت حافظ وقاری محمد عثمان صاحب کی تلاوت سے ہوا اور اس کی نظامت کی ذمہ داری جناب اسرار القادری نے سنبھالی جس میں حضرت مولانا سراج چشتی اور مولانا کمال اختر چرہ محمد پور نے فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے حضور جذباتی خراج عقیدت پیش کیا اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جو اوصاف حمیدہ ایک عالم اور فقیہ کے اندر ہونا چاہیے وہ فقیہ ملت کی زندگی میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے ان کے اوصاف وصفات کو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔

اسی اثنا میں مفتی محمد سفیر الحق نظامی دیناج پوری متعلم مرکز تربیت افتا نے ''طلاق شریعت میں ابغض المباحات سے ہے'' کے عنوان پر تفصیلی خطاب کیا۔اس کے بعد نبیرۂ فقیہ ملت حافظ مولوی ارشد رضا امجدی سلمہٗ نے تقلید اور فقہ کی اہمیت پر مختصر اور جامع خطاب کیا اس کے بعد حسب معمول ۱۲/ بج کر ۵۵ منٹ پر قل شریف ہوا پھر قاری خلق اللہ صاحب نے فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی شان میں منقبت کے اشعار کو پیش کیا جس کی خوب پذیرائی ہوئی۔

بعدہ حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی تصانیف میں سے پانچ کتابوں کی رسم اجرا عمل میں آئی جس میں ''انوار الحدیث'' کے انگریزی ترجمہ کا اجرا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ کے مقدس ہاتھوں اور ''خطبات محرم'' کے انگریزی ترجمہ کا اجرا فقیہ عصر مفتی محمد نظام الدین رضوی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔اس حسین موقع پر ''فقیہ ملت اکیڈمی'' کی جانب سے فاضل نوجوان حضرت مفتی شاہد علی مصباحی دار الفکر بہرائچ کو ان کی دینی، ملی، تدریسی وتصنیفی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''محدث کبیر ایوارڈ'' مع نقد پانچ ہزار روپے پیش کیا گیا۔

بعدہ مفتیان اسلام وحفاظ کرام کو دستار حفظ وافتا سے نوازا گیا جس میں نائب فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد ابرار احمد قادری برابر کے شریک رہے۔اخیر میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے کہا کہ علمائے کرام اپنے دلوں سے بغض وحسد نکال کر معاشرے کے اصلاح کی طرف راغب ہوں اور انہوں نے خصوصی طور پر بدمذہبوں سے دور رہنے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنے کی تاکید فرمائی۔

رپورٹ: **رضوان احمد المصباحی**۔ دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم اوجھا گنج بستی یوپی۔

☆☆☆

کیرالا میں دوروزہ عظیم الشان اجتماع وکریئر گائڈنس پروگرام

کیرالا کے شہر اُپلہ میں تحریک سنی دعوت اسلامی کا دسواں سالانہ سنی اجتماع بتاریخ ۱۴، ۱۵ مئی ۲۰۱۱ء کو منعقد ہوا۔اجتماع کا پہلا دن ملیالم زبان میں خاص تھا۔حضرت علامہ ومولانا جناب طٰہٰ مسلیار صاحب نے اجتماع کا شاندار آغاز کیا، خصوصی خطاب حضرت علامہ عبد الرشید کامل ثقافی کٹیارٹی کا ہوا، اس کے علاوہ پروفیسر عبدالرحمٰن (پی اے کالج کاسرگوڈ) بھی شریک تھے۔درمیان میں مبلغ سنی دعوت اسلامی جناب خالد رضوی اور جناب راشد رضوی صاحب بھی حاضرین کو دینی مسائل سے آگاہ اور نعتوں سے محظوظ کررہے تھے، دوسرے روز کا اجتماع ظہر تک خواتین کے لیے خاص تھا، مقامی مبلغات نے نعتیں سنائیں، اور بیانات ہوئے، بعدہ علمائے کرام کی تشریف آوری ہوئی، حضرت علامہ مفتی بدرالدین

موڑبدری صاحب، حضرت مولانا فاضل رضوی کاول کٹے، اور مفتی اشفاق صاحب قبلہ (صدرالمدرسین شعبۂ اردو جامعہ سعدیہ، کیرلا) نے شرکت کی۔ ان حضرات نے اپنی پراثر تقریروں اور نصیحتوں سے لوگوں کو بیدار کیا، بعد عشا حضور امیر سنی دعوت اسلامی کا پرمغز خطاب ہوا۔ آپ نے قرآن سے دوری کو ہی مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ بتایا، پھر اپلیہ کے نہایت ہی فعال اور متحرک مبلغ جناب مولانا سید توفیق احمد رضوی نجمی کا نکاح اجتماع گاہ میں ہوا، جن کی انتھک محنتوں کی وجہ سے یہ اجتماع ہر سال سے زیادہ کامیاب ہوا۔ پھر اجتماع ذکر و دعا پر اختتام پذیر ہوا۔ اجتماع سے دو دن پہلے بی ایس ایل سی BSLC، اور ایچ ایس سی HSC کے متعلمین کے لیے مبلغ سنی دعوت اسلامی ممبر آف پنچایت جناب عظیم بھائی نے ایک پروگرام ترتیب دیا، جس میں مقامی علاقے کے ایم پی جناب عبدالقادر گولڈن اور پروفیسر عبدالرحمٰن نے ملیالم اور انگلش میں خطاب کیا، توقعات سے زیادہ طلبا نے شرکت کی، اور یہ پروگرام بھی بے حد کامیاب رہا۔ **(رپورٹ: محمد خالد رضا نجمی)**

رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام جشنِ فتاوی رضویہ کا انعقاد

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت بین الاقوامی ہے، اُن کا کام بین الاقوامی ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی شکل میں اعلیٰ حضرت نے جو بیش بہا خزانہ اس اُمّت کے لیے چھوڑا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا کو فیض پہنچاتا رہے گا۔ اعلیٰ حضرت کے کام کو دنیا کے سامنے لانا ایک بڑا کارنامہ ہے اور جو کام کرتا ہے اس کی عزت افزائی ہونی چاہیے، اس کے کام کی قدر کی جانی چاہیے۔'' رضا اکیڈمی کے منعقدہ ''جشنِ فتاویٰ رضویہ'' میں الجامعۃ الاشرفیہ کے ناظم تعلیمات مولانا محمد ادریس بستوی نے ان الفاظ سے جماعت کے محسنین کو خراج عقیدت پیش کرنے کا آغاز کیا۔ ممبئی کے قلب بھنڈی بازار میں واقع محمدیہ ہائی اسکول کے ایئر کنڈیشن ہال میں منعقدہ یہ جشن اپنی نوعیت کا منفرد جشن تھا جس کا مقصد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مجموعۂ فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' کی تحقیق، ترتیب و اشاعت کی خدمات انجام دینے والے دو جلیل القدر علماے اہلِ سُنّت ملاذ العلما عمدۃ الفقہا حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی نائب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ اور بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ کی خدمات کا اعتراف کیا جانا تھا۔ تلاوتِ قرآن پاک و نعت شریف سے پروگرام کا آغاز سوا آٹھ بجے کیا گیا۔ جناب محمد یوسف رضا (رضا اکیڈمی، بھیونڈی) نے نظامت کرتے ہوئے پروگرام کے اغراض و مقاصد سے سامعین کو آگاہ کیا۔

درمیان میں محمد صادق رضوی اور مولانا اقبال قادری صاحب نے نعت رسول مقبول سے دلوں کو منور کیا۔ بعدہٗ محقق مسائلِ جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی نے فتاویٰ رضویہ کی تدوین و ترتیب اور اشاعت کی دقتوں سے آگاہ کرتے ہوئے یہ بتایا کہ کس کس طرح ان بزرگوں نے اس کو پایۂ تکمیل کر کے ہم تک پہنچایا۔ مفتی صاحب نے فتاویٰ رضویہ کا فتاویٰ عالم گیری سے تجزیہ کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا کہ فتاویٰ عالم گیری وقت کے جلیل القدر علما کی ایک جماعت کا کام ہے، جبکہ فتاویٰ رضویہ فردِ واحد کا کام ہے۔ فتاویٰ عالم گیری تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے جبکہ جدید فتاویٰ رضویہ کم و بیش اکیس ہزار صفحات پر پھیل گئی ہے۔ پھر حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے لیے سپاس نامہ حضرت سید معین میاں کے ہاتھوں سے مفتی نظام الدین کو پیش کیا گیا اور حضرت بحرالعلوم کو ایڈوکیٹ سید نظام اشرف کے ہاتھوں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ آخر میں حضرت بحرالعلوم نے چند کلمات کہے اور دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہمیں اسلاف کی تعلیمات کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فتاویٰ رضویہ کو سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری خدمات کو قبول فرمائے۔

صلوٰۃ و سلام اور دعا پر جشن کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر علما کی ایک کثیر تعداد اسٹیج پر جلوہ گر تھی جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: سید معین الدین اشرف اشرفی (جامعہ قادریہ اشرفیہ)، مفتی محمد نظام الدین (مبارک پور)، مولانا محمد ادریس بستوی (مبارک پور)، مولانا معین الحق علیمی (دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی)، حافظ عبدالقادر (حنفیہ رضویہ)، مولانا مفتی نعیم اختر (سُنّی دارالعلوم محمدیہ)، مولانا خلیل الرحمٰن نوری، سید شوکت، قاری آفتاب عالم، قاری علیم الدین، مولانا ولی اللہ شریفی، مولانا محمود عالم رشیدی، مولانا توفیق مصباحی و مولانا مظہر علیمی (جامعہ غوثیہ نجم العلوم)، ایڈوکیٹ سید نظام اشرف، مولانا شکیب ارسلان، مولانا غلام معصوم اشرفی (سُنّی دارالعلوم محمدیہ)، مولانا انوار برکاتی وغیرہم۔ ان کے علاوہ رضا اکیڈمی کی مختلف شاخوں کے ذمے داران بھی موجود تھے جن میں محمد یوسف رضا (بھیونڈی)، محمد اعجاز رضا مکرانی (ناسک)، ایڈوکیٹ محمد امجد رضا مکرانی (ناسک) (رپورٹ: رضا اکیڈمی، ممبئی)

……

قارئین کے خیالات وتاثرات

از:ادارہ

برکاتی پیغام

حضرت سید نجیب حیدر قادری

نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، ضلع ایٹہ (یوپی)

آج کے اس مادی دور میں عام طور سے لوگوں نے اپنا طرز زندگی مکمل طور سے بدل دیا ہے جو ہماری اسلامی تہذیب سے مطابقت نہیں رکھتا، خودغرضی اور خود پسندی لوگوں کا شیوہ ہوتا جارہا ہے۔ سماجی بے راہ روی عام ہورہی ہے۔ دینی حمیت مردہ ہورہی ہے۔ شعائر دین سے لوگ نا آشنا بلکہ دور ہوتے جارہے ہیں۔ اس کی جگہ دنیا داری آگئی، دولت جمع کرنے میں لوگ راحت محسوس کرتے ہیں، دینی تعلیم حاصل کرنا محض ایک رسم ہوتی جارہی ہے۔ بہت ہی کم لوگ ایسے ہیں جو اپنے بچوں کے لیے دینی تعلیمات کا انتظام کرتے ہیں ورنہ اکثر لوگ اس سے بے گانگی کا اظہار کرنا فخر سمجھتے ہیں، دینی تعلیمات سے بیزاری میں اپنی شان تصور کرتے ہیں۔ نئی نسل دینی تعلیمات سے بڑی تیزی سے دور ہوتی جارہی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر فقیر برکاتی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اہل سنت وجماعت کے افراد کو احساس دلائے کہ وہ اپنی نئی نسل کو سنبھالنے کے لیے کمربستہ ہوں اور اپنے بچوں کے لیے دینی تعلیمات اور اسلامی معلومات کا انتظام اپنے گھروں میں کریں۔ بلکہ اس کے لیے ایک پورا ماحول پیدا کریں جس میں نئی نسل کی پرورش وپرداخت دینی طور پر ہو۔ اس کے لیے ہم نے ایک تدبیر سوچی ہے کہ والدین اپنی سطح پر، اپنی مالی حیثیت کے مطابق اپنے گھر میں دینی کتب کی ایک لائبریری قائم کریں جس میں اپنے عقائد ونظریات کے حوالے سے قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مسائل کا ذخیرہ ہو، بلکہ وہ دلائل ہم خود یاد کریں اور اپنے بچوں کو یاد کرائیں جن سے بدمذہبوں کا رد بلیغ ہوسکے۔ آج کل ہندوستان میں نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں اور سب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں اور اپنے عقائد ونظریات کے ثبوت میں حدیثوں کا حوالہ دیتے ہیں جب کہ ان کے خلاف موقف کی تائید جن احادیث سے ہوتی ہے ان سے چشم پوشی کرکے لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا فقیر برکاتی یہ گزارش کرتا ہے کہ کم از کم ایک مذہبی کتاب ہر ماہ ضرور خریدیں، اور اپنے گھر میں اسلامی لائبریری کے قیام کی بنیاد ڈالیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عطائے رسول خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ

تاریخ انسانیت شاہد ہے کہ جب بھی اندھیرا حد سے سوا ہوا ہے، تو نور کی کوئی کرن چمکی ہے، پیاس بڑھی ہے، تو کالی گھٹاؤں کا موسم آیا ہے، خزاں جب کائنات حسن کی ساری رنگینیوں کو سمیٹ کر رخت سفر باندھ رہی ہوتی ہے تو قدرت اس بے سروساماں دنیا کے لیے بہار تازہ کا انتظام کرتی ہے۔

ہندوستان جہنم نشان بن چکا تھا، آدمی آدمی کو بھنبھوڑ رہے تھے، اخلاق ومروت کی شمعیں بجھ چکی تھیں، خدا کے علاوہ ہر چیز کی پوجا و پرستش کی جارہی تھی، انسانیت کے علاوہ ہر شی سے پیار کیا جارہا تھا۔ پس رحم آیا اسی خالق ارض وسما کو جو ارحم الراحمین ہے اور کرم فرمایا اس رب بے نیاز نے جس کی شان بندہ نوازی بسا اوقات بندوں کو چونکا دیتی ہے۔

کفرستان ہند میں مشکوٰۃ نبوت سے نور توحید کا اجالا لے کر حضرت مخدوم جہاں، خواجۂ خواجگاں، فخر ہندوستاں، عارف باللہ، باقی باللہ، عطائے رسول معین الدین حسن چشتی سنجری علیہ الرحمہ تشریف لے آئے۔

آپ نے انسانیت کے اصول دیئے، تہذیب وتمدن کی بنیادیں مضبوط فرمائیں، دلوں کی کدورتیں مٹائیں، نگاہوں کو پاک بازی کا درس دیا، دلوں کو اخلاص وتقویٰ اور عرفان وآگہی کا جام شیریں پلایا، ویرانوں کو آباد فرمایا، آبادیوں کو سرسبز وشاداب چمنستانوں میں بدلا، وہ ایک تھے لاکھوں میں مل گئے، تنہا کروڑوں کو گرویدہ بنالیا، کل بھی تھے آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے، اس کو کہتے ہیں عارف باللہ، باقی باللہ۔ وہ کیا تھے اور کیا نہیں، بس اس سے سمجھو کہ وہ ایک تھے لاکھوں کو صاحب ایمان بنادیا، ہم لاکھوں کی تعداد میں ہیں، مگر ایک کو بھی کامل نہیں بناسکے اور نہ خود بن سکے، افسوس صد افسوس! اس مختصر سی تحریر میں میں اس پیکر حسن وجمال کی کن کن اداؤں کی تصویر کشی کروں، صرف اور صرف ایک تصویر جو اُن کے عہد طفلی کی تصویر ہے، عام انسانوں کا بچپن محتاج دیگراں ہوتا ہے، مگر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ اس مرد خدا کا بچپن بھی فریاد رس

وحاجت روائے دیگراں تھا۔سوچو جس کا بچپن بھی ہمارے بڑھاپے سے بلند اور افضل ہو، کیوں نہ دنیا اس کے قدموں کی خاک کو سرمۂ چشم فلک سمجھے۔عید کا دن ہے، ہر طرف مسرتوں کا اُجالا پھیلا ہوا ہے، اُمنگوں کی چھل پہل ہے، ساری فصل مہکتی اور دمکتی دکھائی دیتی ہے، آبادی کے گوشے گوشے سے مسلمانوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر آن، بان، شان سے عید گاہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حضرت خواجہ بھی اچھے کپڑوں میں ملبوس اپنے گھر والوں کے ساتھ عید گاہ کی طرف جارہے تھے کہ اچانک ان کی نظر ایک نابینا کی طرف جم جاتی ہے جو رہ گذر کے قریب اداس وغمگین کھڑا تھا، اس کا مرجھایا ہوا چہرہ، الجھے ہوئے بال، غربت زدہ حال دیکھ کر حضرت خواجہ کا دل بھر آیا دل کے ساز پر پیار کے نغمے ابھرنے لگے آگے بڑھ کر بچے سے سوال کرلیا کیا حال ہے؟

جذباتی انداز میں بچے نے جواب دیا مجھے میرے حال پر چھوڑ ،دو تنہائی میرا مقدر بن چکی ہے اور آنسوں میری قسمت، ساری کائنات میرے لیے اندھیری ہے، میں نہیں جانتا کہ میرا اس دنیا میں کوئی ہے بھی یا نہیں، پورا وجود تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے، اُجالے کی ذراسی بھی شعاع نہیں ہے، زندگی ایک تپتا ہوا صحرا ہے۔

حضرت خواجۂ عالم اضطراب میں آگے بڑھ گئے، بچے کو گلے سے لگالیا، اپنے کپڑے اُتار کر اس غریب و نابینا بچے کو پہنایا اور اپنے ہم راہ عید گاہ لے گئے، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ عطائے رسول حضرت خواجہ عہد طفلی ہی سے غریب نواز تھے اور اب بھی ہیں۔

محدث اعظم ہند فرماتے ہیں

تمہاری ذات سے میرا بڑا تعلق ہے
کہ میں غریب بڑا تم بڑے غریب نواز
تمہارے در کی کرامت یہ بارہا دیکھی
غریب آئے ہیں اور ہو گئے غریب نواز

محمد زاھد نوری نجمی، قطب پیر بازار بھروچ گجرات

☆☆☆

کتاب ’’عقائد اسلامی‘‘ پر ایک تاثر

عقائد اسلامی کی حفاظت وصیانت اعمال حسنہ وافعال صالحہ سے زیادہ اہم وضروری ہے کہ عقائد کی مثال جڑ واصل کی ہے اور اعمال کی مثال پھول وپھل کی ہے۔ اہل سنت وجماعت میں ہر دور میں اس کی اہمیت وضرورت برقرار رہی ہے، کتب عقائد کے خزانے اس علم وفن سے مزین ہیں جو بھی صحیح العقیدہ دین وسنیت سے کچھ واقف ہے وہ ضرور اس سے واقف ہے اور ان کے مقام ومرتبے کو جانتا و مانتا ہے۔ جڑ و بنیاد جس قدر مستحکم و پختہ ہوگی تو اعمال حسنہ کی تعمیر بھی اتنی ہی محفوظ و مامون ہوگی۔

مجدد اسلام امام احمد رضا رضی المولیٰ عنہ نے عقائد دینیہ کی حفاظت وصیانت میں تن من دھن سے جو قربانیاں پیش کی ہیں اہل فضل وکمال اس سے بخوبی واقف ہیں اور اعلیٰ حضرت کی بے لوث خدمات ہی سے آج سنیت کے چمن میں بہار ہے اور یہ گلشن مہک رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ اس کو باغ و بہار گل وگلزار رکھے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فاضل گرامی حضرت مولانا مظہر حسین صاحب علیمی نائب مدیر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی نے ملاقات کے وقت ایک حسین وجمیل کتاب پیش کی جو ’’عقائد اسلامی‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۶؍صفحات پر فہرست ہے،۱۲؍صفحات پر مولانا محمد توفیق احسن مصباحی کی تقدیم ہے۔ کتاب کے کل صفحات ۲ سو ہیں۔ جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے طلبہ فضیلت نے اسے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کی ۳۰؍مترجم مجلدات سے اسلامی عقائد کا انتخاب کیا گیا ہے۔ مثلاً مرتد فرقوں کا بیان، آریوں کا لکچر سننا حرام ہے۔ ضروریات دین کا منکر مرتد حربی ہے۔ حیات انبیا علیہم السلام، کتاب اللہ کا حفظ امم سابقہ میں خاصۂ انبیائے کرام علیہم لسلام تھا، گناہ کبیرہ کے مرتکب کافر نہیں، کرامات اولیا، مسئلۂ افضلیت صدیق اکبر رضی المولیٰ عنہ باب عقائد سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا باطل ہے، جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہے، غیر مقلدین کے چند عقائد کا بیان، محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے، وہ خدا ہی کے لیے تواضع ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار مقدس پر حاضری کے آداب، اہل سنت کے نزدیک انبیا، اولیا، وشہدا اپنے بدن وکفن کے ساتھ زندہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ عناوین پر کافی محنت وجد وجہد سے کتاب کو مرتب کیا ہے۔ مطالعہ سے دل باغ باغ روح شاد شاد ہوئی۔ ضرور اس سے اہل سنت کے احباب کے عقائد وایمان کی ان شاء المولیٰ حفاظت ہوگی۔ کتاب لائق مطالعہ قابل تعریف ہے۔ ہر سنی کے پاس یہ کتاب رہے اور وہ اس کا خوب طور پر مطالعہ کرے تو معلومات کا خزانہ اسے محسوس کرے گا اور فرقہ باطلہ کے شر وفساد سے خود بھی محفوظ رہے گا اور احباب کی حفاظت کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ اس حسین گلدستہ کی طباعت واشاعت پر یہ سعادت مند طلبہ لائق مبارک ہیں اگر اسی طرح ان میں لکھنے کا ذوق و شوق زندہ رہے گا تو ایک روز خود بھی، اچھا لکھنے والے ہو جائیں گے۔

گرتو می خواہی کہ باشی خوش نویس
می نویس و می نویس و می نویس

آج کی یہی مشقی تحریر آئندہ کے لیے گراں قدر نعمت ثابت ہوگی جن اساتذۂ کرام کی زیرنگرانی یہ کام ہوا وہ بھی قابل مبارک ہیں امید ہے کہ وہ آئندہ بھی یہ مبارک سلسلہ جاری رکھیں گے اور امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی نگارشات علمی سے ایک جہان کو فیضیاب کریں گے۔ ہمارے مدارس اہل سنت کے ذمہ دار حضرات کو بھی یہ مبارک طریقہ اپنے اداروں میں جاری کرنا چاہیے اس سے جہاں سنیت کے احباب کی ضروریات پوری ہوں گی وہاں طلبہ میں صلاحیت ولیاقت بھی بڑھے گی، ایک علمی مجلس اجمیر شریف کے ایک گدی نشین سید صاحب نے فرمایا آج جو بھی کچھ میرے پاس علمی سرمایہ ہے وہ دور طالب علمی میں رسائل اعلیٰ حضرت کے مطالعہ کے فیض سے ہے اور فرمایا کہ درس نظامی کی ہر جماعت میں اعلیٰ حضرت کا کوئی ایک رسالہ لازمی کردیا جائے وہ ایک ۵۰ کتب کے مطالعہ کے برابر ہے، قدر گوہر شاہ بداند یا بداند جوہری، یقیناً موتی کی قدر وہی جانے گا جس کا موتیوں سے تعلق رہا ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ اس عاشق رسول اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے عشق کی چنگاری کا ذرا سا حصہ اپنے فضل سے ہمارے دلوں میں بھی ڈال دے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم**

(**مفتی**)**ولی محمد رضوی** سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی

مفکر اسلام ایک تاثر

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی ایک تبحر عالم ہونے کے ساتھ آفاقی شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نے عالمی سطح پر دین وسنیت کی جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں اسلام کے داعی اور مبلغ کی حیثیت سے عالم اسلام میں اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں۔ آپ کے خطبات اور فکر انگیز مقالات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں عام تقریروں سے ہٹ کر آپ کے خطبات بڑی گہرائی و گیرائی پر مبنی ہوتے ہیں اور آپ کی تحریروں سے صاحب طرز ادبا کو تحریر وانشا پردازی کی نئی راہ ملتی ہے۔ ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ آج آپ کی ولولہ انگیز تقریروں سے گونج رہے ہیں اور دنیا ان سے بصیرت حاصل کر رہی ہے اور راہِ خطابت کے بے شمار سالک بھی منزل مقصود سے ہمکنار ہو رہے ہیں اور آپ کو اپنا آئیڈیل مانتے ہیں۔ عالمی پیمانے پر اسلام کا جو تعارف آپ نے پیش کیا ہے اور جو مثبت فکر اور بالغ شعور دیا ہے وہ یقیناً بڑا یادگاری اور قابل قدر کارنامہ ہے۔ ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ سے یورپ میں اسلام کے جو پیغامات جاری ہو رہے ہیں اس میں علامہ کا کلیدی رول رہا ہے، اس کے علاوہ مدارس کی سرپرستی مزید گونا گوں خدمات اس سے فزوں تر ہیں، دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر قائم رہے۔ آمین۔

محمد صدر الوریٰ قادری، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

شرم وحیا ایمان کا اہم حصہ ہے

شرم وحیا انسان کا ایک فطری وصف ہے جس سے اس کی بہت سی اخلاقی اور روحانی خوبیاں پروان چڑھتی ہیں اور بہت سی برائیاں اس سے دور رہتی ہیں۔ عفت و پاکبازی کا دامن اسی کی بدولت بے داغ اور بے عیب رہتا ہے اور معاشرے میں اس کو ایک خاص مقام دلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بھی حق بات سے نہیں شرماتا اور وہ اپنے گناہ گار بندوں کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا اور ان کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا چاہے وہ کسی حقیر چیز کی مثال ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے مچھر کی بھی مثال بیان کی ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شرم وحیا قابلِ ذکر ہے۔ ان سے فرشتے حیا کرتے تھے، ان کی زبانِ مبارک سے کبھی فحش الفاظ نہ نکلتے تھے۔ حضور نے حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: **الحیاء من الایمان**" حیا ایمان سے ہے۔ ایک اور موقع پر حیا کے بارے میں فرمایا: "ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں حیا ان میں سے ہے"۔ ایک حیا دار انسان سے بے حیائی اور غلط کاموں کا ارتکاب محال نظر آتا ہے حیادار کو اللہ تعالیٰ ناپسند بھی کرتا ہے۔

ایک بندۂ مومن کا زیور حیا ہے۔ حیا صرف ہم جنس سے ضروری نہیں بلکہ حیا کا حقدار اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ ہے۔ ایک حیادار انسان اللہ کے سوا کسی اور کے در پہ دستک دینا بھی گوارا نہیں کرتا اور نہ بندوں سے کھل کر سوال کرتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بے حیا انسان ہر وہ کام کرنے سے نہیں شرماتا جو انسانیت کو پستی میں دھکیلتا رہتا ہے اور انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ اس بے حیا انسان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب حیا نہ رہے تو جو جی میں آئے کر"۔

اسلام جو ایک نظام حیات ہے اور جو سراسر خیر و بھلائی کا پیغام دیتا ہے اور انسان کو گناہوں سے بچانے کے لیے محرمات کی باڑ لگاتا ہے۔ انسان کو

بے حیائی اور فواحش سے روکنا اور بھلائیوں کی طرف توجہ دلانا اس میں حیا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نماز انسان کو برائیوں اور منکرات سے روکتی ہے۔
دینی مسائل اور تعلیم و تعلم، پند و نصیحت، دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کاموں میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے اس کی وجہ سے انسان محروم رہ جاتا ہے۔ انصار کی عورتیں بے دھڑک اور بلا جھجک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل پوچھتی تھیں۔ یہ ان کا اخلاقی وصف تھا۔ حیا انسان کو خیر کے کاموں کی طرف لے جاتی ہے لیکن آج ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہر طرف بے حیائی اور فحاشی کے اڈے نظر آتے ہیں، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ بنت حوا کو ایک کھلونا بنا دیا ہے اور انہیں گھر کی چار دیواری سے نکال کر بازاروں کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ رہی سہی کسر بھی انٹرنیٹ اور کیبل نے نکال دی ہے۔ ہماری نوجوان نسل بڑی تیزی سے گمراہی و ضلالت کے گڑھے میں گر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے فحاشی اور بے حیائی عام ہو جائے گی، سر عام زنا ہوگا، شراب پی جائے گی۔ اگر ہم اپنے قرب و جوار میں نظر دوڑائیں تو ایسے پرسوز واقعات ہماری آنکھوں کو خیرہ کرتے ہیں لیکن ہم بے حس ہو چکے ہیں۔

از: **راشد خلیل** دارالعلوم اہل سنت ساکی ناکہ ممبئی

حرا انگلش اسکول دینی اور عصری تعلیم کا حسین امتزاج

عروس البلاد ممبئی سے قریب ترین شہر بھیونڈی جس کا شمار تھانہ ضلع میں ہوتا ہے جہاں کے باشندے صنعت پارچہ بافی سے منسلک ہیں۔ کاموار ی ندی سے متصل مہاراشٹر کا یہ مانچسٹر اپنے دامن میں اتنی وسعت رکھتا ہے کہ بیرون شہر کے باشندگان تلاشِ معاش میں سرگرداں جب بھیونڈی کے دامن میں آتے ہیں تو یہ شہر انہیں اپنی مضبوط پناہ گاہ میں سمیٹ لیتا ہے۔ علم و ادب کا گہوارہ بھیونڈی شہر آسمان و ادب پر شہرۂ آفاق حیثیت رکھتا ہے اس سرزمین بھیونڈی نے ادب کو بے شمار ادبی شخصیات سے روشناس کرایا ہے۔ یہاں کے تعلیمی ماحول کا جائزہ لیا جائے تو آپ کو ان گنت تعلیمی ادارے و اسکولس ملیں گے جو نونہالان قوم کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

بھیونڈی سے بارہ تیرہ کلومیٹر کی مسافت پر واقع مہاپولی گاؤں ہے، مہاپولی اس وقت جدید تجدید کاری کے عمل سے گزر رہا ہے۔ آٹو یا اومنی سے سفر کرتے ہوئے اطراف و اکناف کے فرحت بخش مناظر آنکھوں کو بہت دلفریب لگتے ہیں، دور پس منظر میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بڑی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں اور ان ہی حسین مناظر میں گھری ہوئی ایک خوبصورت عمارت اپنے آہنی حوصلوں کو اجاگر کرتی ہیں۔ عمارت کا نقشہ اتنا خوبصورت اور دلکش ہے کہ دل بے اختیار اس کی سمت کھینچا چلا آتا ہے۔ اسکول میں داخل ہونے پر سامنے ہی بڑا سا ویٹنگ روم ہے جہاں والدین اور سرپرست اپنے بچوں کا انتظار کرتے ہیں۔ ویٹنگ روم سے متصل آفس ہے جہاں کام کرنے والے مرد و خواتین مکمل اسلامی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ مرد حضرات کرتے پائجامے اور ٹوپی میں ملبوس تھے تو لڑکیاں مکمل حجاب میں بڑی تندہی سے اپنے اُمور انجام دے رہی تھیں۔ آفس سے لگ کر جو راہداری تھی وہاں اسکول کی پیون یعنی خالہ موجود تھیں اور وہ بھی مکمل حجاب میں تھیں۔ پورے ماحول پر ایک مقدس اور روحانی فضا چھائی ہوئی تھی، جو شاید اس بابرکت نام کے اثرات تھے اور وہاں کام کرنے والے مرد و خواتین کا شرعی لباس اور مکمل نظم و نسق کا مظاہرہ تھا۔ چھٹی کا وقت تھا، عموماً اسکول چھوٹنے کے اوقات میں طلبہ کا فی شور و غل کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اور استاد انہیں سنبھالنے میں ہی ہلکان ہوتے جاتے ہیں مگر حرا اسکول میں اس کے متضاد ماحول نظر آیا۔ تمام طلبہ صف بنائے نہایت خاموشی سے بس کی جانب رواں دواں تھے اور تمام اساتذہ سے ہاتھ ملا کر ان کے ہاتھ چوم رہے تھے یہ اپنے استاد سے عقیدت کا والہانہ نظارا بڑا ہی انوکھا اور دلچسپ تھا۔ جو ہم نے آج تک صرف کتابوں میں پڑھا یا بزرگوں سے سنا تھا۔ نہ کہیں شور و غل تھا اور نہ ہی ٹیچر کے چیخنے چلانے کی آوازیں۔ ان تمام باتوں نے مجھے حرا اسکول کی پرنسپل سے ملنے اور گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا۔

راہداری کے شروعات میں پرنسپل کا آفس تھا، اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود پرنسپل فارحہ انصاری صاحبہ نے ہمیں فوراً اپنے آفس میں طلب کیا، اردو ٹائمز ممبئی کے حوالے سے انہوں نے میری اور میری دوست کی کافی عزت افزائی کی۔ پرنسپل فارحہ انصاری نے سشتہ انگریزی میں تفصیلی گفتگو کے دوران بتایا کہ سن ۲۰۰۵ء میں حرا اسکول کی بنیاد رکھی گئی۔ اس وقت اسکول کی نئی عمارت سے ملحق جو پرانی عمارت ہے جہاں اس وقت پرائمری سیکشن کے طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ حرا انگلش اسکول نے اس عمارت سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا۔ اس وقت طلبہ کی تعداد ۹۰ تھی اور الحمد للہ اس وقت یہ تعداد تجاوز کر کے ۱۰۰۰ ہو گئی ہے، ان ایک ہزار طلبہ کی تزئین کاری کے لیے ۴۵ اساتذہ ہیں جو کہ بلا شبہہ کسی بھی اسکول کے مقابلے میں تعداد بہت زیادہ ہے ورنہ اکثر دیکھنے

میں یہ آیا ہے کہ طلبہ کی تعداد دو گنا یا چار گنا ہوتی ہے اور ٹیچر کافی قلیل تعداد میں ہوتے ہیں۔ جس کے اثرات بچے کے تعلیمی ریکارڈ پر صاف نظر آتے ہیں۔ پرنسپل فارحہ انصاری نے مزید بتایا کہ حرا انگلش اسکول سنی دعوت اسلامی ممبئی کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے چیئر مین سنی دعوت اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد شاکر علی نوری صاحب ہیں۔ دیگر کمیٹی ممبران میں جناب عثمان زرودر والا، جناب روہیب رضا، جناب سروش بھورے ہیں اور جناب فاروق سوداگر درویش ایف ایس ڈی گروپ آف کنسرن سے منسلک ہے۔ اسکول کے تعلق سے پرنسپل صاحبہ نے مزید انکشاف کیے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھیونڈی کا واحد انگلش اسکول ہے جو شرعی احکام کی پیروی کرتے ہوئے اپنے طلبہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرر ہا ہے اور یہ تھانہ ضلع کا اولین اسکول ہے جس میں بچوں کو پانچ زبانیں سکھائی جارہی ہیں۔ انگلش، ہندی اور مراٹھی یہ زبانیں تو لازمی طور سے نصاب کا حصہ ہیں اس کے علاوہ ہمارے اسکول میں اردو اور عربی زبان بھی پڑھائی جارہی ہیں۔ کچھ کتابیں جو کہ اسکول کی شائع کردہ ہیں انہوں نے ہمیں دکھایا۔ جونیئر اور سینئر کے جی کے لیے موجود کتاب میں کلمے و روزمرہ کی دعائیں و تسبیحات عربی زبان میں تھیں اور اردو ترجمہ انگلش میں لکھا ہوا تھا۔ پرائمری سیکشن کے لیے موجود کتاب میں قرآنی آیات مع انگریزی ترجمہ لکھی ہوئی تھیں۔ اور نماز اور وضو کی تفصیلات بھی ساتھ ہی ساتھ درج تھی۔ اس کے علاوہ دوسری جماعت سے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا جارہا ہے۔ درجہ چہارم یعنی دو سال کے عرصے میں بچے کا کلام پاک مکمل ہوجاتا ہے اور پانچویں جماعت سے ناظرہ کرایا جارہا ہے۔ اس دن وزیٹرس بھی اسکول کی وزٹ کے لیے آئے تھے۔ وہ غیر مسلم تھے، فارحہ صاحبہ کا کہنا ہے کہ پہلے تو انہیں اس بات پر حیرت ہوئی اور انہوں نے برملا اعتراض بھی کیا کہ آپ لوگ کے جی کے بچوں کو بھی اسکارف میں قید کرر ہے ہیں۔ مگر جب ان طالبات نے جو کہ اسکارف میں ملبوس تھیں، ان سے ان کی زبان یعنی مراٹھی میں گفتگو کی تو انہیں حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی اور اسکول ڈائری میں انہوں نے بہت ہی شاندار ریمارکس مراٹھی میں دیا کہ آپ کی اسکول کا مستقبل بہت تابناک ہے۔ جو کہ پرنسپل صاحبہ نے ہمیں دکھایا اور اس وقت ہمیں ہمارے اجداد کی یاد آگئی کہ ان کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر غیر مسلم ایمان کی دولت سے مالا مال ہوا کرتے تھے۔ اسکول کی سالانہ سرگرمیاں دیگر ضروری اُمور جیسے کہ سالانہ کھیل کود، کوئز مقابلے، تقریری مقابلے، اور نمائش کے بارے میں بتایا کہ دیگر اسکولوں کی طرح ہماری اسکول بھی ان تمام تقریبات کا اہتمام کرتی ہے۔ ۲۶ جنوری اور ۱۵ر اگست ہمارے یہاں بھی منایا جاتا ہے۔ سالانہ کھیل کود کے مقابلوں کا انعقاد بھی ہوتا ہے اور تقسیم انعامات کی تقریب بھی منعقد کی جاتی ہے ہمارے طلبہ سائنسی نمائش میں بھی حصہ لیتے ہیں تقریری و تحریری مقابلے بھی کرائے جاتے ہیں۔ اسٹیج شو بھی ہوتے ہیں۔ کرپشن اور دیگر ضروری موضوعات کو ہمارے طلبہ اسٹیج پر کرداروں کی مدد سے زندہ جاوید کردیتے ہیں۔ ہمارے یہاں ڈانس اور گیتوں کا مقابلہ نہیں ہوتا مگر ہم نعت پاک اور قرأت کے مقابلے کراتے ہیں اور ہمارے طلبہ بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ اس میں حصہ لیتے ہیں۔ پرنسپل صاحبہ نے ہمیں سالانہ تقریب کی وہ تصاویر بھی دکھائیں۔ حرا اسکول کی شرعی تعلیم کی وجہ سے بہت سے والدین اپنے بچوں کا داخلہ اس اسکول میں کرا رہے ہیں۔ بعض بچے تو کافی لمبی مسافت طے کر کے انگلش اسکول میں داخلہ لے رہے ہیں۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ان بچوں کو صبح پانچ بجے جاگنا پڑتا ہے۔ اور چھ بجے اسکول کی بس انہیں لینے پہنچ جاتی ہے۔ صبح شروعات اسمبلی اور روزانہ کی دعاؤں سے ہوتی ہے۔ ساتھ ہی عہد نامہ اور راشٹریہ گیت بھی ہوتا ہے اس کے بعد کوئی ایک ٹیچر انگریزی کا ایک thoughl سناتی ہیں۔

بعد گفتگو فارحہ صاحب نے خود ہمیں پورے اسکول کا وزٹ کرایا، کے جی کلاس روم میں ان کے نصاب کے مطابق دیواروں پر پینٹنگ کی گئی تھی جو کہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ کے جی سیکشن میں ایک چھوٹا سا گارڈن تھا، جہاں بچے اپنی دلچسپی کے مطابق جھولا جھول رہے تھے یا کھیل میں منہمک تھے، جو کہ آنکھوں کو تراوٹ بخش رہے تھے اور قدرت کی صناعی کا بہترین شاہکار یہ باغیچہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اتنے خوبصورت اور مقدس ماحول سے واپس لوٹنے کا من تو نہیں کرر ہا تھا مگر وقت ہمیں گھر واپس چلنے کی دہائی دے رہا تھا۔ غرض پرنسپل صاحبہ کی خاطر تواضع کے بعد ہم نے رخت سفر باندھا اور دل میں خیال آیا کہ کاش بھیونڈی کے دوسرے نامور اسکول کے ذمہ داران اور مخیّر حضرات بھی حرا انگلش اسکول کا وزٹ کریں اور کوششیں کریں کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ہمارے بچوں کو شرعی ماحول میں اور شرعی طریقے سے دینی و عصری تعلیم دیں تو وہ دن دور نہیں جب ہمارے طلبہ و طالبات میں صلاح الدین ایوبی، خالد بن ولید، محمد بن قاسم، حضرت عائشہ اور رابعہ بصری بننے کا جذبہ بیدار ہوگا۔ اور غیر مسلموں میں ہمارے حجاب کو تنقید کی نہیں تعریف کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ (مطبوعہ روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی)

منظومات

از:ادارہ

مناجات

محبتوں سے ہر اک دل کو آشنا کردے
مٹا کے دوریاں قربت کا راستہ کردے

ہے زرد زرد مری شاخِ زندگی یارب
کرم سے اپنے اسے تو ہرا بھرا کردے

یہ تیرے بندے سبھی ہوگئے ہیں پتھر کے
الٰہی ان کے دلوں کو تو آئینہ کردے

میں مشکلوں کے سمندر کو پار کر جاؤں
بلا کی موج کو کشتی کا ناخدا کردے

پشیماں رہتا ہوں اپنے گناہوں پہ بے حد
معاف اپنے کرم سے مری خطا کردے

سکوں سے گزریں مری زندگی کے باقی دن
مری ضعیفی کا بچوں کو تو عصا کردے

ترے سعیدؔ کو دیدار ہو مدینے کا
تو اس کے دل کا جو پورا یہ مدعا کردے

سعیدؔ رحمانی،ایڈیٹرادبی محاذ،کٹک،اڑیسہ

استغاثہ

میری طرف بھی اک نظر،اے سبز گنبد کے مکیں!

لیجے غلاموں کی خبر، اے سبز گنبد کے مکیں!
پھرتے ہیں حیراں دربدر، اے سبز گنبد کے مکیں!

فریاد ہے سب بے اثر، اے سبز گنبد کے مکیں!
دشمن ہوئے دیوار ودر اے سبز گنبد کے مکیں!

بے کار ہیں، برباد ہیں، حالات سے ناشاد ہیں
اب تھک چکے قلب وجگر، اے سبز گنبد کے مکیں!

فرقت نے کھویا چین سب، کیجیے کرم محبوب رب!
بلوایئے طیبہ نگر، اے سبز گنبد کے مکیں!

سرکار سے ہم دور ہیں، آنے سے بھی مجبور ہیں
ہے راہ پنگھٹ کی ڈگر، اے سبز گنبد کے مکیں!

قسمت کا سمجھوں گا دھنی، میں خودکو اے پیارے نبی
دیدار ہوجائے اگر،اے سبز گنبد کے مکیں!

کوئی نہیں جائے اماں، جاؤں تو میں جاؤں کہاں
اب آپ کا در چھوڑ کر، اے سبزِ گنبد کے مکیں!

سب کو دیا سب کو ملا، ٹکڑوں سے عالم پَل گیا
میری طرف بھی اک نظر، اے سبز گنبد کے مکیں!

محشر میں صابرؔ کو شہا! دامن میں لیجیے گا چھپا
ہے عرض یہ شام وسحر،اے سبز گنبد کے مکیں!

ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی،سیف خان سرائے، سنبھل

بھلایاسُنّتِ آقا کو ہم نے
توبربادی بھی دیکھی اس کے باعث
مسلماں سوچنے کی بات ہے یہ
تری تقدیرمیں ہیں کیوں حوادث

ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی

حضور آپ جو سن لیں تو کام ہوجائے
زمین کیا ہے فلک پر بھی نام ہوجائے

اگر ہو آپ کے فضل وکرم کی ایک نظر
تو در پہ آپ کے حاضر غلام ہوجائے

بس ایک بار نظر بھر کے دیکھو لوں طیبہ
پھر اس کے بعد یہ قصہ تمام ہوجائے

عطا ہو مجھ کو بصیرت کی حق شناس نظر
تو میری نعت کو حاصل دوام ہوجائے

حضور آپ کی اُمت میں میں بھی ہوں شامل
کہیں ٹھکانہ کہیں انتظام ہوجائے

گناہ گار ہے خوشدلؔ مگر ہے لب پہ دعا
نبی کے چاہنے والوں میں نام ہوجائے

....

مدحت سرورِ دو جہاں دوجہاں
مجھ سے ممکن کہاں مجھ سے ممکن کہاں

مدح خیرالوریٰ میں ہیں رطب اللساں
جتنے ہیں نغمہ خواں جتنے ہیں نغمہ خواں

یہ بھی سچ ہے خداآپ ہی کے سبب
ہم پہ ہے مہرباں ہم پہ ہے مہرباں

فرش سے عرش تک دھوم ہے آپ کی
آپ آئے تو دنیا ہوئی ضوفشاں

لکھ کے نعت نبی رب سے مانگی دعا
سر پہ خوشدلؔ کے رحمت کا ہو سائباں

فرحت حسین خوشدلؔ

موبائل نمبر:9798562194

نیچی نظریں کیے دربار میں ہم آتے ہیں
غم کے مارے ہیں لیے سینکڑوں غم آتے ہیں

غمزدہ لوگ ہیں بادیدۂ نم آتے ہیں
لے کے ٹوٹے ہوئے دل ہی کوتو ہم آتے ہیں

ہم خطا کار ہیں اور آپ کا در ہے اقدس
شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے ہم آتے ہیں

جب مصیبت میں کبھی گھر کے پکاروں ان کو
کان میں آئے یہ آواز کہ ہم آتے ہیں

ہم کو سرکار بچا لیجیے کہ ظالم انساں
ہم پہ کرنے کے لیے مشقِ ستم آتے ہیں

کچھ سلیقہ نہیں ہم کو ہی طلب کا ورنہ
وہ تو جب آتے ہیں مائل بہ کرم آتے ہیں

ایک دریا سا فدؔا بہتا ہے چاروں جانب
جوش میں جب بھی کبھی دیدۂ نم آتے ہیں

غلام ربانی فدؔا

محمدیہ مسجد، سیکنڈ مین بنکی نگر، ہری ہر، داون

کیاہی پر انوار ہے خواجہ پیاروضہ ترا
خوب لالہ زار خواجہ پیا روضہ ترا

ہند کی شوریدگی اور کفر کے ظلمات سے
بر سر پیکار ہے خواجہ پیا روضہ ترا

شانِ محبوبِ الٰہی دیکھنے کے واسطے
خوش نما دربار ہے خواجہ پیا روضہ ترا

صرف گردن ہی نہیں سر،آنکھ بھی خم کردیا
اس لیے گلزار ہے خواجہ پیا روضہ ترا

ہم غریبوں کی نوازی اے امیردل نواز
خوب نعمت بار ہے خواجہ پیا روضہ ترا

بے نوا احسنؔ مریضِ دردہے لیکن یہاں
شافیِ بیمار ہے خواجہ پیا روضہ ترا

توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی،ممبئی

انعامی مقابلہ نمبر (۷)

پیشکش: محمد خالد رضا نجمی

سوالات:

(۱)''اگر عمل درست ہو لیکن خالص نہ ہو جب بھی قبول نہیں'' کس صحابی کا قول ہے؟ (۲)''ھو التذکیر بالخیر فیما یرق له القلب'' کس کی تعریف ہے؟ (۳) حضرت زید نے حضرت زینب کے ساتھ کتنے سال گزارے؟ (۴) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ (۵) تیرے آئینۂ صورت پہ ہے دنیا کو حیرانی اس کا پہلا مصرعہ کیا ہے، اور یہ شعر کس کا ہے؟ (۶) زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام کس بزرگ کا قول ہے؟ (۷) حدیث جبرئیل کس کتاب میں ہے اور کن سے مروی ہے؟ (۸) اعلیٰ حضرت کے نعتیہ دیوان کا عربی ایڈیشن کس نام سے شائع ہوا؟

انعامی مقابلہ نمبر (۵) کے صحیح جوابات:

(۱) پہلی قسم کا پڑوسی الجار ذی القربیٰ ۔دوسری قسم کا پڑوسی الجار الجنب ۔تیسری قسم کا پڑوسی الصاحب بالجنب (۲) چالیس سال تبلیغ فرمائی اور ۳۳ سال تدریس ۔ (۳) مسٹر مرلی دھر تیواری ۔ (۴) حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کا۔ (۵) حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۵۶؍احادیث مروی ہیں ۔(۶) سن ۴۵ھ ۔(۷) بخاری شریف باب الصدقۃ فی ما استطاع ۔(۸) محرم وصفر میں نکاح کرنا بالکل صحیح ہے۔

انعامات:

پہلا انعام : عبدالعتیق عبداللطیف، اچل پور، امراوتی، مہاراشٹر

دوسرا انعام : فرحین سلطانہ بنت محمد عنایت علی، اولڈ مارکیٹ، گلبرگہ

تیسرا انعام : تبسم بنت عبدالسلیم، رائچور کرناٹک

۸؍صحیح جوابات دینے والوں کے نام: (۱) حناء نوری (امرت نگر ممبرا) (۲) خان تبسم حفظ اللہ (امرت نگر ممبرا) (۳) مومن جویریہ (آزادنگر ممبئی) (۴) عبدالعتیق (امراوتی) (۵) عطاء الرحمٰن نوری (مالیگاؤں) (۶) احمد رضا حسامی (امرت نگر ممبرا) (۷) ادبیہ نوری (امرت نگر ممبرا) (۸) محمد طاہر علی (کوسہ ممبرا) (۹) صبر النساء قادری (امرت نگر ممبرا) (۱۰) مومن شباہت فاطمہ (آزادنگر ممبرا تھانہ) (۱۱) محسن خان (چوپڑہ جلگاؤں) (۱۲) فرحین سلطانہ (گلبرگہ)

۷؍صحیح جوابات دینے والوں کے نام: (۱) محمد تنویر رضا برکاتی (ایم پی) (۲) تبسم بنت عبدالسلیم (رائچور) (۳) محمد نوشاد رضوی (جامعہ غوثیہ ممبئی ۳) (۴) صالحہ بانو (قریش نگر ممبئی) (۵) وسیمہ عشرت عالم (وکرولی ممبئی) (۶) شفیع الدین (روشن آباد مالیگاؤں) (۷) محمد سراج الدین نوری (راجستھان) (۸) مریم خورشید (گھاٹ کوپر ویسٹ) (۹) شاہین بیگم رضوی (رائچور کرناٹک) (۱۰) فیضان رضا (مالیگاؤں ناسک) (۱۱) محمد جمیل اختر (جامعہ غوثیہ ممبئی ۳) (۱۲) عظمت اللہ (جامعہ غوثیہ ممبئی ۳)

ہدایات

☆ شرائط کا اطلاق ہوگا۔

☆ جوابات ۲۰؍جولائی سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہو جانے چاہئیں۔

کوپن انعامی مقابلہ نمبر(۷)

نام:..................... عمر:.....................

مشغلہ:..................... پتہ:.....................

.... پن کوڈ:.....................